درس حدیث

محمد اظہر مدنی

جنتیوں کے لئے سب سے بڑی نعمت...؟

عن صهيب رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: اذا دخل اهل الجنة الجنة قال: يقول الله تبارك وتعالى: تريدون شيئًا ازيدكم؟ فيقولون: ألم تبيض وجوهنا؟ الم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار؟ قال: فيكشف الحجاب فما اعطوا شيئا أحب اليهم من النظر الى ربهم عزوجل وفي رواية وزاد ثم تلا هذه الاية (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ) (رواہ مسلم:۲۶۶)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھے گا کہ تم لوگ مزید کچھ چاہتے ہو؟ تو وہ لوگ کہیں گے، کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہ کئے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں نہ داخل کیا اور جہنم سے بچا لیا؟ پھر اللہ تعالیٰ اپنا پردہ اٹھائے گا۔ اس وقت جنتیوں کو اللہ کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز اچھی اور محبوب نہیں لگے گی۔ ایک دوسری روایت میں راوی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ''لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ''۔ جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید بر آں بھی۔

تشریح: بندوں پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات واحسانات ہیں جن پر وہ اپنے منعم حقیقی کا جتنا شکر بجالائیں کم ہے۔ مومنوں کے لئے یہ نعمتیں اس دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ حساب وکتاب کے دن اللہ تعالیٰ جب جہنمیوں کو جہنم اور جنتیوں کو جنت میں داخل فرمادے گا تو اس وقت جنتیوں سے پوچھے گا **تريدون شيئا ازيدكم** ؟ یعنی تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو میں اسے عطا کروں گا جبکہ جہنمی اللہ کی نعمت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت جنتی کہیں گے کہ اے اللہ تو نے جنت جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی اور جہنم کی آگ سے بچا لیا۔ اس کے علاوہ اب ہمیں نہ کسی چیز کی خواہش ہے اور نہ ہی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ جنتیوں کو سب سے بڑی نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔

ایک مومن کے لئے دنیوی نعمتیں جزوی ہیں لیکن حقیقی نعمت، آخرت کی نعمت ہے، جسے دنیا کی آزمائش وامتحان میں کامیاب ہونے کے بعد دی جائے گی۔ ان نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت جس کا تذکرہ مذکورہ بالا حدیث میں کیا گیا ہے اور وہ ہے رب العالمین کا دیدار اور یہ ایک ایسی نعمت ہوگی جس کی لذت ومٹھاس تمام تر نعمتوں پر بھاری ہوگی۔ اور اس نعمت عظمیٰ کے سامنے دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں کمتر لگنے لگیں گی اور یہ ان کے نزدیک سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ لہٰذا رویت باری تعالیٰ کی اس عظیم نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد بندہ مومن دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں بھول جائے گا اور اس سے دل ودماغ کو ایسی تروتازگی اور ٹھنڈک نصیب ہوگی جو اسے دونوں جہاں میں کہیں بھی نصیب نہیں ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ'' (القیامہ:۲۲-۲۳) ''اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے''۔

دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے آنکھ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے۔ لیکن اس کو اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے لیکن بروز قیامت اللہ تعالیٰ جنتی آنکھوں کو اتنی صلاحیت عطا فرمائیں گے کہ وہ بغیر کسی رکاوٹ وہچکچاہٹ کے اللہ کا مشاہدہ کر رہی ہوں گی جیسے اس دنیا میں چاند کو بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: عنقریب تم لوگ اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے اس چاند کو بغیر کسی دشواری کے دیکھ رہے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت ودشواری نہ ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عین دوپہر کے وقت جس طرح تم لوگ سورج کو بغیر دشواری کے دیکھتے ہو جبکہ بادل نہ ہو اور جس طرح چودھویں کے چاند کا مشاہدہ بغیر پریشانی کے کرتے ہو ویسے ہی تم کو تمہارے رب کا دیدار نصیب ہوگا۔

رب العالمین ہم کو جنت الفردوس کا وارث بنا اور اپنی رویت جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرما۔ آمین۔ وصلى الله عليه وسلم تسليما كثيرا

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ

مشقتوں کا مارا ہوا انسان

انسان بحیثیت مخلوق اشرف واحسن ہے اور اس کو بتایا گیا ہے کہ انسان ہونے اور پیدائشی طور پر مکرم ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تمہارا ہر معاملہ، ہر کام اور ہر مرحلۂ حیات میسر اور آسان ہی ہوگا، بلکہ صاف صاف اعلان ہے کہ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ'' (البلد:۴) یقیناً ہم نے انسان کو (بڑی) مشقت میں پیدا کیا ہے''۔ یعنی اس کی زندگی محنت ومشقت اور شدائد ومشکلات سے معمور ہے اور یہ سلسلہ ماں کے پیٹ میں استقرار حمل سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ پیدائش کے بعد سے تادم واپسیں مختلف صورتوں میں مصائب ومحن اور مشکلات وآزمائش کا لامتناہی سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ اس تلخ ترین حقیقت کی روشنی میں مسلمان جسے بحیثیت فرد وقوم انسانیت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کیا گیا اور سارے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی، ان کے سدھار اور صفائی، ان کی تعمیر وترقی، ان کی نفع رسانی نیز نقصاندہ و ہلاکت خیز باتوں سے پرہیزگاری کے لیے برپا کیا گیا ہے بھلا اسے پھولوں کی سیج پر سونے والا اور اطلس وکمخواب پر چلنے والا کیوں کر بنادیا جائے گا؟۔ لہٰذا لامحالہ جو جتنا اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہونے کا طالب وخواہاں ہے اور اس پر فائز وقائم رہنا چاہتا ہے وہ مشکلات سے نہ گھبرائے، پریشانیوں سے دل چھوٹا نہ کرے، اندرونی و بیرونی منافقین اور باغیوں سے دل برداشتہ وہراساں نہ ہو۔ اگر وہ مرد آزاد اور حقیقی معنوں میں مسلمان رہنا چاہتا ہے تو زمانہ اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔ بصورت دیگر وہ جتنا بھی زمانے کے سامنے سپر انداز اور اس کی غلامی اور مرضی کے سامنے سرنگوں ہوتا رہے زمانہ اس کو ذلیل وخوار کرکے بھی معاف کرنے والا اور مہلت دینے والا نہیں۔

لیس الزمان وان حرصت مسالما
خلق الزمان عداوۃ الاحرار

''تمہاری انتہائی خواہش اور حرص وآز کے باوجود زمانہ تمہارے ساتھ سمجھوتہ کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔ اس کی ضد اور ہٹ تو یہ ہے کہ وہ مردان آزاد واحرار کی مخالفت پر ہمیشہ کمربستہ رہے۔''

اور یوں بھی اللہ تعالیٰ کا دستور اور نبی آخر الزماں صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔'' من التمس رضا الله بسخط الناس رضى الله عنه وارضى عنه الناس ومن التمس رضا الناس بسخط الله سخط الله عليه واسخط عليه الناس''. (صحیح الترغیب) ''جو کوئی بھی اللہ کی رضا کی تلاش کرے گا خواہ وہ عمل لوگوں کے لیے کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو تو اس شخص سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتا ہے اور اللہ لوگوں کو بھی اس سے راضی کردے گا اور جو کوئی اللہ کو ناراض کر

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
استقامت: ایک عظیم نعمت	۷
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور اس کی اہمیت	۹
اسلام امن وشانتی کا ضامن	۱۴
اردو کے غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی - ایک جائزہ	۱۶
تلاوت قرآن کریم	۲۱
بن بلائے مہمان یا وبال جان؟	۲۳
نفاق سے بچو	۲۶
اشتہار - بابت اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل	۲۸
اعمال حسنہ کو ضائع کردینے والی چیزیں	۲۹
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ	۳۱
اشتہار کلینڈر ۲۰۲۱ء	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ______ ۷/روپے
پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

کے لوگوں کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو اللہ اس شخص سے ناراض ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دے گا''۔

اسی لیے کہا گیا ہے:

رضا الناس غایة لا تدرک

ورضا اللہ غایة لا تترک

''لوگوں کی منہ بھرائی اور خوش نودی کی کوشش ایک ایسی دور کی کوڑی ہے جو کبھی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ جب کہ اللہ جل شانہ کی رضا جوئی اور مرضی وہ اعلیٰ منزل مقصود ہے جسے چھوڑا نہیں جاسکتا''۔

آہ! کیا اس سے زیادہ خسر الدنیا والآخرہ کا اور کوئی منظر ہوگا؟ ''ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ'' (الحج:۱۱) ''واقعی یہ کھلا نقصان ہے''۔

ان حالات وظروف کے تناظر میں ایک دانا اور عقل مند انسان مشکلات سے نکلنے، مصائب سے اُبھرنے، دنیا کو بنانے اور عاقبت سنوارنے کے لیے حالات و مشکلات کا شکوہ کرنے کے بجائے مسلسل تگ ودو اور جدو جہد کرتا رہتا ہے۔

ان دنوں یہ بات زبان زد خاص وعام ہے کہ مشکلات بہت ہیں اور یہ مشکلات دن بدن بڑھتی اور سر چڑھتی جارہی ہیں، جن پر غلبہ پانا اس وقت مشکل ہے۔ کیوں کہ مشکلات در مشکلات کا سامنا ہے اور روز بروز ان میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشکلات اور سخت وناگوار حالات سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ ہر دور اور ہر حال میں انسان جب تک دنیا میں ہے اسے مشکلات اور کٹھنائیوں کا سامنا کرنا ہی ہے، اس کے بغیر چارہ نہیں۔ والدین جو سب سے زیادہ اس دنیا میں ہمارے اوپر مہربان اور جان نچھاور کرنے والے اور ہماری خیر وفلاح کے خواہاں ہیں، کیا ان کی طرف سے کبھی بدگمانیوں اور ہماری طرف سے کوتاہیوں کی وجہ سے مشکلیں نہیں آتیں؟۔ بیوی جسے بنایا ہی اس لیے گیا تھا کہ اس سے سکون واطمینان، راحت وچین اور سکھ وسوار تھ حاصل ہوتا رہے، کیا اس کی طرف سے کبھی مشکلیں نہیں بڑھادی جاتی ہیں اور کیا وہ سکون چھین لینے کا سبب نہیں بن جاتی ہیں؟۔ اولاد تو آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب وجگر کی فرحت وسرور کا سامان ہیں اور مال تو دنیا کی محبوب ترین اشیاء میں سے ہے لیکن کیا یہ سب اہم، بھلی اور انتہائی پیاری چیزیں ہمارے لیے مشکل ترین بن کر زندگی میں نہیں در آتیں؟۔ کیا ہم مال واولاد کے سلسلہ میں فتنوں کا شکار نہیں ہوتے رہتے ہیں؟۔ کیا ہماری اولاد اور ہمارے کمائے ہوئے حلال مال کبھی کبھی ہمیں انتہائی رنج وغم میں مبتلا نہیں کرتے ہیں؟۔ یہی حال پڑوسیوں کا ہے جو رحمت ہونے کے باوجود کبھی وہ بھی زحمت بن جاتے ہیں۔ رشتہ دار اور خویش واقارب کسی نہ کسی شکل میں ہمارے اپنے اور مخلص ہونے کے باوجود دانستہ یا نادانستہ ہماری مشکلات کا سبب بن جاتے ہیں۔ گویا زندگی مسلسل حادثات اور نت نئے بدلتے حالات کا نام ہے۔ کبھی نرم کبھی گرم، کبھی عسرت وتنگی تو کبھی وسعت وکشادگی۔ غرض ان حوادث کے علاوہ بھی کچھ ایسے حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کا وہم وگمان تک نہیں ہوتا ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ انسانوں اور جنّات میں سے کچھ مستقل بالذات اشخاص وافراد اور جماعات واحزاب محض اِسی لیے وجود میں لائے جاتے ہیں اور بدقسمتی سے خود رو پودوں کی طرح اُگ جاتے اور وجود پاتے رہتے ہیں اور پریشانیوں، جھمیلوں، الجھنوں اور بڑی بڑی مصیبتوں کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ان سب کا ہدف، گول اور موضوع ومکان حضرت انسان ہی بنتا ہے اور وہ حادثات اور مشکلات کے ہجوم میں زندگی کے شب وروز جینے اور گذارنے پر مجبور اور ان کا خوگر ہو جاتا ہے۔ لیکن جو انسان زندگی جینے کے سلیقے اور آداب وسلوک سے واقف ہے وہ اسے ہر حال میں برت کر بہتر بنا ہی لیتا ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے:

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج

مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہوگئیں

رہ گئے مشکلات پیدا کرنے والے اور نت نئی مصائب کھڑی کرنے والے وہ اندرونی و بیرونی اعداء دین وایمان اور دشمنان امت وانسان تو ان کا کام ہی یہی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو عجوبہ اور تعجب انگیز امر ہے۔

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو

کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

انسانوں کی جانب سے جتنی مشکلات ومصائب کھڑی کی جاتی ہیں ان میں سب سے زیادہ المناک، غمناک اور اندوہناک اندر کے منافقین ہوتے ہیں۔ اسی طرح رشتہ داروں وقرابت داروں کی پیدا کی ہوئی مشکلات اور ناقابل اندمال کاری ضربات سب سے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہیں۔ لیکن ان سب سے بحسن وخوبی گذر جانے کے لیے ہمیں خود بھی ان تمام سلبیات اور منفی افکار وخیالات سے مبرا ہونا ہوگا جن میں قومیں، جماعتیں اور افراد واشخاص مبتلا ہو کر کسی فرد وجماعت یا ملک وملت اور مانوتا اور انسانیت کے لیے مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مشکلات پر قابو پانے کے لیے ہمیں چند اہم اقدام کرتے رہنا ہوگا، ورنہ الجھنیں اور مشکلیں بڑھتی اور سر چڑھتی چلی جائیں گی۔ پھر ہم خود کشی کی راہ پر چل پڑیں گے اور ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

مشکلات پر قابو پانے کے لیے ہمارا پہلا قدم پورے یقین اور اللہ جل شانہ پر کامل توکل اور بھروسہ کے ساتھ یوں اٹھنا چاہیے کہ:

۱) جب کوئی مصیبت درپیش ہو تو اللہ کی طرف فوراً رجوع کریں اور ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' ''ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' فوراً پورے یقین ووثوق کے ساتھ پڑھیں۔ یہ آپ کو ہر مصیبت کے برے نتائج سے بچانے کے لیے کافی ہوگا۔ تلافی مافات بھی ہوگا اور آگے کی مشکل راہیں بھی ختم ہوں گی، ہدایت ونجاح کے راستے بھی صاف صاف دکھائی دیں گے اور آپ ہدایت یافتہ وکامیاب ہوں گے۔ اسی کو اللہ کے رنگ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اللہ

جل شانہ کے رنگ سے زیادہ احسن وبہتر رنگ کس کا ہوسکتا ہے؟ ذرا دیکھو اپنے رب کے رنگ، انداز اور شان کو۔ ''وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ''(البقرہ:١٥٥-١٥٧)

''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے، اور ان صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

حدیث رسول گرامی قدر وصادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اور فرمان سامی امام مسلم رحمہ اللہ کے حوالہ سے سنو! ام سلمۃ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ طاہرہ فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: **يقول: مامن مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما امر الله، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ. اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها، الا اخلف الله له خيرا منها"۔** (مسلم)

''جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے پھر وہ اللہ کے حکم کے مطابق ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھے اور یہ دعا کرے ''اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها" کہ اے اللہ مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس مصیبت کے بعد مجھے خیر نصیب کر، تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر اجر عطا فرما دیتے ہیں''۔

دیکھو کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی مصیبتیں بڑی بڑی مشکلات کا سبب اور پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ تو جس طرح ادنیٰ سے ادنیٰ گناہ کو ہلکا نہ جاننا چاہئے اسی طرح ادنیٰ سے ادنیٰ مصیبت کو بھی ہلکے میں نہ لینا چاہئے۔ گرچہ تیری نظر میں یہ گناہ یا مصیبت حقیر ترین ہے مگر حالات وظروف کے پیش نظر کبھی یہ بڑی مصیبت اور زیادہ مشکلیں کھڑی کر دیتی ہے اور کبھی دیگر مشکلات کی جنم داتا بن جاتی ہے۔ کیا دیکھا نہیں کہ تمہارے سب سے عظیم اور افضل نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوتی کا تسمہ ٹوٹنے کو بھی مصیبت گردانتے تھے اور اس کی اصلاح کے لیے بھی رب کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ آخر تمہارا دل کیوں نہیں پسیجتا۔ بڑی بڑی مشکلات ومصائب تمہاری ذات وجماعت، ملک وملت اور انسانیت پر ٹوٹی پڑی ہیں پھر بھی تمہیں ہوش نہیں آتا۔ آہ! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟۔ اللہ کے بندو! ہر حال میں ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' کا ورد مت بھولو اور رب کی طرف رجوع کو اپنا وظیفہ ووطیرہ بنالو، مصیبت دور ہوجائے گی۔

دوسرے یہ کہ جب تمہیں مشکلیں درپیش ہوں تو گھبراؤ نہیں اور نہ ہی جوش، غیض وغضب اور تہور وجھلاہٹ میں مبتلا ہو اور نہ ہی کسی کو مشکل کی گھڑی میں آپے سے باہر ہونا چاہئے۔ حالات خواہ کتنے ہی سنگین اور مصائب کتنے عظیم کیوں نہ ہوں، نرمی، سنجیدگی، ٹھہراؤ، توقف اور غور وفکر سے کام لینا چاہئے، اگر آپ واقعی مشکل گھڑی سے نکلنا چاہتے ہیں اور مصیبت سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو نرمی اپنایئے، متانت وسنجیدگی سے کام لیجئے اور مشکل وکٹھن معاملے کو بھی سلجھانے اور دور کرنے کے لیے خوب حلم وبردباری کو اختیار کیجئے اور جلد بازی تو ہرگز نہ کریں۔ آپ ایک ادنیٰ مسئلہ طلاق پر غور کریں جو درحقیقت عام طور پر ہمارے سماج ومعاشرہ کا ایک مسلمہ، معلوم ومتعین، عام اور معمولی سا معاملہ ہے۔ دیگر مسائل واحکام سے قطع نظر صرف اس ناحیے سے غور کریں کہ اکثر حالات میں مسلمان بھائی عجلت اور غضب کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اکثر طلاقیں اسی عجلت، جلد بازی اور نرمی نہ برتنے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اگر نرمی وبرداشت اور سنجیدگی ومتانت کے اس طریقہ کو تھوڑی دیر کے لیے اپنالیا جائے تو طلاق کے اکثر حالات وحادثات سے ہم محفوظ ہوجائیں۔ دسیوں مشکلات سے بچ جائیں اور مسئلہ میاں بیوی سے نکل کر گھر، خاندان، معاشرہ اور رشتہ دار، کورٹ اور جیل تک نہ پہنچے اور نہ ہی مسلم پرسنل لا کے سامنے دسیوں مشکلات کھڑے ہونے اور کرنے کی صورت پیش آئے اور نہ ہی اس کے نتائج بد اور خطرناک چیلنجز کا اسے سامنا کرنا پڑے۔

امیر المومنین فی الحدیث اور سید الطائفہ المنصورہ امام بخاری رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہود (پری پلاننگ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور السام علیکم کہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علیکم کہہ کر معاملہ رفع دفع کردیا۔ ام المومنین جو قصہ کی عینی شاہد ہیں انہوں نے ترکی بترکی جواب دیتے ہوئے فرمایا وعلیکم السام یعنی تم پر بھی موت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو یہود کو سزا دے سکتے تھے، ان کی سرزنش کرسکتے تھے اور مجلس میں اتنی بڑی گستاخی اور زیادتی پر جو کچھ چاہتے کرسکتے تھے اور ایسا کرلے جانے پر آپ قادر بھی تھے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سمجھانے لگے کہ دیکھو عائشہ! ایسا نہ کرو، متانت سے کام لو اور نرمی کو اپنے اوپر لازم کرلو، ہرگز ہرگز تم سے سختی اور بری بات سرزد نہ ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے نہیں سنا؟، انہوں نے کیا کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو جواب دیا وہ تم نے نہیں سنا؟، میں نے ایسا جواب ان کو دیا ہے جو رد نہیں ہوسکتا۔ میری بد دعا ان کے حق میں صد فیصد مقبول قرار پائے گی اور ان کی بد دعا میرے بارے میں سنی ہی نہیں جائے گی۔

آج بھی اس طرح کے کتنے حوادث وواقعات اور حالات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیں ان سب سے انتہائی سنجیدگی، متانت، نرمی اور حکمت سے نمٹنا چاہئے۔

مشکلات سے نمٹنے کا ایک تیسرا طریقہ ومرحلہ بھی ہے جو کسی بھی مصیبت اور مشکل کے وقت ہمیں اختیار کرتے رہنا چاہئے۔ اگر مشکلات پر قابو پانا چاہتے ہیں تو صبر کا دامن تھامے رہنا چاہئے۔ اور ہر حال میں اسے اپنا لازمہ بنالینا چاہئے۔ بحیثیت ایک مسلمان بھی بحیثیت امت مسلمہ بھی کہ جس کے کرنے کے ہزاروں کام ہیں جو بڑے صبر آزما ہیں۔ اس پر مستزاد روز افزوں مصائب ومشکلات ہیں جو امت اور

انسانیت کے اوپر مسلط کی جاتی رہی ہیں۔ پچھلے دونوں اقدامات کے ساتھ ساتھ ہمیں صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ دیکھئے صبر کے حقیقی معنی نیکی اور بھلائی اور معروف امور میں استقامت کے ساتھ منکرات سے پرہیز کرنا اور جو مزید مشکلات درپیش ہوں خواہ آزمائش کے طور پر یا گناہوں کے کفارہ ومحو سیئات اور رفع درجات کے طور پر یا عبرت وموعظت کے طور پر یا نعوذ باللہ سزا وعقاب کے طور پر ہر حال میں صبر وشکیبائی اور ہمت وثبات قدمی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے رہنا چاہئے۔ اسی میں کامیابی کی ضمانت ہے اور یہی مومن صادق کا شعار ودثار ہے بلکہ وہ دراصل صبر کا مصاحب اور قرین صادق ہے۔ جب بھی صبر کا ذکر آتا ہے تو نجات ونجاح کا ذکر ضرور آتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایک سختی اور مشکل کے ساتھ آسانیاں لازم کردی گئیں ہیں، جو صبر وثبات قدمی کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہیں۔ یوسف علیہ السلام، یونس علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اور خود نبی آخر الزماں سید ولد آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صبر سے عبارت تھی اور کامیابی و کامرانی کی ضمانت تھی۔ پھر کسی اور اسوہ وعلاج کی حاجت ہی کیا ہے!

بلاشبہ صبر ایک ایسا ہتھیار وشعار ہے جو یہی نہیں کہ مشکلات اور مصائب کو دور کردیتا ہے بلکہ انسان کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے کے ساتھ ساتھ ضعف وذلت اور پستی و غلامی سے نکال کر سیادت وقیادت اور قوموں کی امامت کے مقام بلند پر فائز کردیتا ہے۔
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (السجدة:٢٤)
''اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔ شرط یہ ہے کہ حالات جیسے کچھ ہوں ہدایت قرآنی وربانی کو لازم پکڑے رہیں، صبر کا دامن ہر حال میں تھامے رکھیں اور اللہ کی آیتوں اور اس کی قوت وعظمت کی دھاک اپنے دل ودماغ پر بٹھائے رہیں۔

ایک چوتھا اقدام بھی ضرور کریں اور وہ یہ کہ اپنی ایمانی قوت سے اس منفی اور مشکل کام کو آسانی اور مثبت کی طرف موڑ دیں اور یوں مصائب ومشکلات کو ہی ذریعہ تعمیر وترقی اور اسباب رفعت وسر بلندی بنالیں۔ کیوں کہ کوئی مصیبت اور مشکل ایسی نہیں جس کے چند ایسے روشن پہلو نہ ہوں جو آپ کی زندگی کا دھارا بدلنے کے لیے کافی ہوں اور کوئی شر ایسا نہیں جس میں کوئی خیر نہ رکھ دیا گیا ہو۔ ارشاد ربانی ہے: ''وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ''(البقرہ:٢١٦) ''ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو''۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ انہی مشکلات ومصائب میں اللہ جل شانہ نے دنیا جہاں کی فتح وکامرانی بھر رکھی ہے۔ ذرا یہ کلام حق پڑھیے اور ساری مشکلات سے نکلنے کے ساتھ ساری آسانیاں اور خوبیاں اپنے لیے متعین فرمالیجئے۔ کلام ربانی ہے: ''فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا''(النساء:١٩) ''گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کردے''۔

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ مجھے کوئی ایک مشکل اور مصیبت درپیش ہوتی ہے تو میں اس پر چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرتا اور شکر بجا لاتا ہوں۔ ایک مرتبہ تو اس لیے کہ اس سے بڑی مصیبت بھی ہوسکتی تھی جس سے اس نے مجھ کو محفوظ رکھا، اس لیے بھی کہ اس نے مجھے صبر کی توفیق ارزانی کی اور اس لیے بھی اس کا گن گاتا ہوں کہ اس نے مجھے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھنے کی توفیق بخشی۔ جس پر مجھے بے حد اجر کی امید ہے اور شکر اس لیے بھی کرتا ہوں کہ یہ مصیبت میرے دین کے معاملے میں نہیں آئی اور نہ ہی یہ مشکل ہمارے دین وایمان کے مقابلے میں کھڑی ہوئی، بلکہ جسم وجان پر ہی رہ کر گزر گئی اور ایمان سلامت رہا بلکہ صبر وثبات اور حمد وشکر نے اس کو میرے حق میں خیر وفلاح کا سامان کردیا۔

ایک اور بات جو مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے بہت ہی اہم ہے، کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ کبھی بھی مشکلات ومصائب کا مقابلہ حرام کام سے ہرگز نہ کریں بلکہ ہر وہ چیز جسے اللہ جل شانہ نے حرام قرار دیا ہے، سے اور زیادہ دور رہیں۔ کیوں کہ کسی مصیبت کو اس سے بڑی مصیبت کو دعوت دے کر ختم نہیں کرسکتے اور نہ ہی کسی مشکل کو دور کرنے میں اس سے بڑی مصیبت مول لے کر کامیاب ہوسکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج کے مادی دور میں ہم میں سے اکثر اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو حرام کا سہارا لینے لگتے ہیں اور یوں مجبوری اور لاچاری کے نام پر حرام کو اپنا لیتے ہیں۔ گھریلو طور پر کوئی پریشانی آتی ہے تو جھٹ شراب کا سہارا لیتے ہیں۔ اولاد میں سے کوئی عقوق وعصیان کا مرتکب ہوا تو اس کو گھر سے دھتکار کر اس سے بڑی مصیبت پیدا کرلیتے ہیں اور کبھی جادوگروں، ساحروں اور پیروں وفقیروں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں اور جھولا چھاپ ڈاکٹروں سے بھی زیادہ خطرناک ملاؤں اور کاہنوں کا سہارا لیتے ہیں اور یوں خسر الدنیا والآخرہ کی مصیبت عظمیٰ ودائمہ لے کر تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔ کچھ لوگ فقر وفاقہ سے مجبور ہوکر کے سود کا سہارا لیتے ہیں۔ جبکہ کچھ لوگ مشکلات سے گھبرا کر کذب ونفاق اور مختلف حیلوں اور بہانوں کے سہارے لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور ملک وملت اور جماعت کا سودا کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اے کاش کہ وہ یہ سمجھتے کہ اس سودے بازی کے ذریعہ نہ وہ اپنے جتھے کو بچا سکتے ہیں نہ جماعت کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ نہ اتنی دیر تک اپنی ذات کی ہی خیر منا سکتے ہیں، بلکہ وہ ایک ایسے گڑھے میں گرتے چلے جارہے ہیں جہاں انہوں نے اپنی چیخ و پکار سننے والوں تک کو باقی نہیں رہنے دیا اور نہ ہی ان حرام اقدام کی وجہ سے کوئی یار و مددگار چھوڑا اور یوں وہ سب سے بدترین موت اور حسرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کریں، پیش آمدہ مشکلات پر استرجاع اور ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' کہتے رہیں، نرمی اور سنجیدگی کو لازم پکڑیں، جلدی بازی سے بچیں، صبر کا دامن تھامے رکھیں، ہر شر سے خیر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور اللہ کی حمد وثنا کرتے رہیں اور ہر حال میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتے رہیں۔ مشکلات سے نجات کا یہی واحد اور اہم طریقہ ہے۔☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

استقامت: ایک عظیم نعمت

مولانا خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ
9934671798

قارئین کرام: اعداء اسلام بڑے پیمانے پر یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ اسلام ایک فرسودہ نظام اور رجعت پسند وقدامت پرست مذہب ہے، اس کی بنیادوں میں خوں ریزی ہے اور مسلمان قوم تو "بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانے سے"۔

اس غلط تشہیر کا بھیانک انجام یہ ظاہر ہورہا ہے کہ بہت سارے کمزور ایمان والے اپنی تہذیب پر نازاں اور اپنے ایمان پر ثابت قدم نہیں ہیں۔ وہ غیروں کی تہذیب کو گلے لگارہے ہیں اور اپنے دین سے متعلق شک میں مبتلا ہیں اور جو لوگ اسلام کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد توحید کو اپنے ماتھے پر سجانا چاہتے ہیں اور قافلہ اسلامی میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو اسلام کی طرف ان کے بڑھتے قدم رک جاتے ہیں، اور وہ عجیب کشمکش کے شکار دوراہے پر کھڑے نظر آرہے ہیں اور یہ گنگنا بھی رہے ہیں۔

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے کفر
کعبہ میرے آگے ہے، کلیسا میرے پیچھے (غالب)

جہاں تک دین اسلام سے متعلق مبتلائے شک ہونے اور اسکے فطری ضابطے، درخشاں نظام ہائے زندگی کو فرسودہ سمجھنے اور اسے غلط تناظر میں دیکھنے کا سوال ہے۔ اور دشمنان دین کے پیدا کردہ غلط فہمیوں کے شکار ہونے کی بات ہے تو اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے پیش کردہ تعلیم استقامت سے غافل ہیں، ہمیں اسلام کی یہ تھیوری معلوم نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ ایک مسلمان ہر حال میں اپنے دین پر ثابت ومستقیم ہو، چاہے اس دین کے خلاف دشمنان دین جیسا طوفان برپا کردیں، اس پر جیسی تہمتیں لگادیں، اور اسے بدنام کرنے کی جیسی اوچھی حرکتیں کریں۔ لیکن اسلام کے خلاف اٹھنے والا طوفان اس مردمومن وموحد کو ہلا نہ سکے اور نہ ہی اس کے شفاف عقیدہ کے شیش محل کو متزلزل کرسکے بلکہ وہ زندگی کی آخری سانس تک اللہ کی عبودیت و بندگی پر قائم رہے اور پورے عزم وحزم، شجاعت ومردانگی، جرأت واستقامت کے ساتھ اپنے منہج، اپنے اصولِ زندگی، طرز حیات، تعلیمات دین پر گامزن رہے۔ وہ پیچھے مڑکر نہ دیکھے اور نہ آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور کوئی بھی سریلی آواز اس کی رفتار حیات پر اثر انداز نہ ہوسکے۔ اسی کا نام استقامت ہے، جو دین اسلام کی روح اسوہ محمدی کا نچوڑ ہے اور موجودہ دور پُرفتن میں مسلمان بن کر زندگی گزارنے، اسلام کے علم کو اپنے سینے سے لگائے رکھنے اور اسکی غیرت کا پاس ولحاظ رکھنے میں استقامت کے صحیح مفہوم سے آگہی اور اس بلند وبالا صفت سے متصف ہونے کی اہم ضرورت ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ باد مخالف کا معمولی جھونکا ہمارے پاؤں میں لرزش پیدا کردے اور ہمارے ذہن ودماغ میں ایسا خطرناک وائرس بھردے جس سے متاع ایمان لٹ جائے اور غبارِ زندگی میں کھوکر ہم قافلہ اسلام سے دور ہوجائیں۔

واضح رہے کہ آج مسلمانوں کی پستی اور زوال کا اصل سبب یہی ہے کہ وہ اپنے دین پر عملی استقامت سے محروم اور تقویٰ سے عاری ہوگئے ہیں جو مسلمانوں کی کامیابی کی کلید اور تائید الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ جیسا کہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے "وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰہَ بِمَایَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ" (سورۃ آل عمران: ۱۲۰) یہ ہے دشمنان اسلام کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا ایمانی نُسخہ اوراُن کے مکروفریب سے بچنے کا قرآنی علاج۔

دین اسلام میں استقامت کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، ایمان باللہ کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے، بندہ مومن کا ایمان اس وقت نکھرتا ہے اور اپنا جلوہ دکھاتا ہے جب مومن اپنے دین پر ثابت قدم اور اپنے ایمانی دعویٰ میں صادق ومستقیم ہوتا ہے۔ ایمان واستقامت کے مابین گہرے تعلق اور عظیم رشتہ کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی اس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَااللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم السجدہ:30) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے، اور اس حدیث نبوی کو سامنے رکھیں کہ ایک شخص نے نبی محترم ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے اسلام سے متعلق کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: قل آمنت بالله ثم استقم (مسلم) یعنی آپ اعلان کردیں کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور اس ایمان پر ثابت قدم رہیں۔

یہ ایک ایسا محبوب عمل ہے جس کا حکم ربّ العالمین نے اپنے نبی محترم اور ان کے متبعین کو دیا ہے، اِرشاد باری تعالیٰ ہے فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (ھود:112) یعنی آپ ڈٹے رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے (یعنی ویسی ہی استقامت اختیار کریں جیسی استقامت اختیار کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے) اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کرچکے ہیں، خبردار! تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ ابنِ عباسؓ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں مانزلت علی رسول الله ﷺ آية هی أشد عليه من هذه یعنی اللہ کے رسول پر سختی میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ولذلك قال شيبتنی هود واخواتها اور اسی لیے آپ فرماتے کہ مجھے ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔ (صحیح الجامع:3720)۔

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ دین کا ہی دوسرا نام استقامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو استقامت سے تعبیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ (التکویر:25-26) یعنی یہ تو تمام جہاں والوں کے لیے نصیحت ہے بالخصوص اس کے لیے جو سیدھی راہ چلنا چاہے۔ اس آیت میں "سیدھی راہ پر چلنا چاہے" کا مطلب ہے جو شخص ایمان لانا چاہے تو گویا کہ اللہ نے اسلام اور ایمان کو استقامت سے تعبیر کیا ہے۔

استقامت کے بڑے فوائد وفضائل بیان کیے گئے ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والے خوش نصیب انسانوں کو دہشت انگیز اور ہولناک لمحات میں یہ بشارت دی جا رہی ہے کہ وہ دنیا میں بھی ہر قسم کے خوف و ہراس، گھبراہٹ و الجھنوں سے محفوظ و مامون رہیں گے اور آخرت میں بھی اللہ اس کے خوف کو امن میں بدل دے گا اور اسکی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے گا۔ یہ قیامت کی ہولناکیاں جن سے لوگ ڈر رہے ہوں گے وہ ان سے محفوظ رہے گا۔ یہ رحمان ورحیم کی طرف سے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے بہت بڑا فضل واحسان ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت کے لیے درج ذیل آیات کریمہ کو پڑھیں اور سمجھیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاحقاف:13) یعنی بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ:30-31) یعنی جنہوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا اور پھر اس عقیدہ توحید پر استقامت دکھائی، اُن پر فرشتے اتریں گے (اور کیا کہیں گے) تم خوف نہ کھاؤ، نہ غم کرو، (یعنی نہ ماضی پر افسوس کرو اور نہ مستقبل کے لیے غم کرو) بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جن کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔

استقامت کی مختلف تعبیریں وتفسیریں کی جاتی ہیں، ان تمام کو ایک لڑی میں پروتے ہوئے امام ابن قیمؒ مدارج السالکین میں فرماتے ہیں کہ استقامت ایک ایسا جامع کلمہ ہے جو توحید اور اوامر ونواہی پر استقامت، اسی طرح فرائض کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ سے محبت، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو لازم پکڑنے، معصیت کو چھوڑ دینے اور اللہ کی حقیقی بندگی اختیار کرنے کا نام ہے۔

آج ہم استقامت کے دین میں بلند حیثیت اور اس کے صحیح مفہوم سے ناواقف ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دین کے کچھ تقاضوں کو پورا کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم بڑے دیندار ہوگئے اور ہم نے دین کے تمام مطالبات کی تکمیل کر لی ہے، جب کہ ہمارا دین ہمیں پورے طور پر اسلام میں داخل ہونے کی تعلیم دیتا ہے، ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی، دن کے اجالے میں بھی اور رات کی تاریکی میں بھی، دوستوں کے ساتھ بھی اور دشمنوں کے ساتھ بھی اسلیئے کہ وہ جزء کا نام نہیں بلکہ کل کا نام ہے۔

ایک طرف ہم اللہ کے تمام حقوق ادا کریں اور دوسری طرف بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی پاس ولحاظ رکھیں۔ ہم عقیدہ اسلامی کو بھی اختیار کریں اور محرمات سے بھی اجتناب کریں اور ساتھ ہی ہم اپنی زبان ودیگر اعضاء وجوارح پر بھی لاک ڈاؤن لگائیں، زبان کھلے مگر پاکیزگی کے ساتھ، آواز اٹھے مگر فتنہ وفساد کے خاتمے کے لیے۔ دیگر اعضاء متحرک ہوں مگر اسلام کے بتائے ہوئے گائڈ لائن کے مطابق۔ یہ ہے استقامت کا واضح مفہوم کہ مومن اپنی زندگی کا سفر پورے اخلاص واعتماد کے ساتھ شریعت کی چھاؤں میں اور کتاب وسنت کی روشنی میں طے کریں۔

اللہ تعالیٰ ظاہری وباطنی طور پر ہمیں اپنے دین پر استقامت عطا فرمائے، ہمیں شرمندگی سے بچائے، ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنائے اور ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جماعتی خبریں

انتقال پر ملال: مورخہ یکم اکتوبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات بوقت صبح ضلعی جمعیت بھوپال مدھیہ پردیش کے نائب امیر جناب طارق عرب صاحب کی والدہ حبیبہ بیگم کا پچاسی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ بعد نماز ظہر آم والی مسجد جہانگیرآباد بھوپال میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور تدفین عمل میں آئی آپ صوم وصلوۃ کی پابند تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ نیکیوں کو قبول فرما کر درجات کو بلندی عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین (مولانا ابوالحسن فیضی، بھوپال)

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

ڈاکٹر عبدالمحسن محمد قاسم
امام حرم نبوی

نبی ﷺ کی معرفت اور اس کی اہمیت

ترجمہ وتلخیص
مولانا مطیع اللہ حقیق اللہ مدنی

معرفت نبی ﷺ کی اہمیت: اللہ تعالیٰ نے بلاد ومقامات میں افضل کا انتخاب کیا۔ اسی طرح انسانوں میں اشرف وافضل کو منتخب کیا۔ چنانچہ نوع بشر میں سے رسولوں اور نبیوں کو چنا اور اپنی نبوت ورسالت سے سرفراز کیا۔

ان کے اقوال واعمال واخلاق کو لوگوں کے اقوال واعمال واخلاق کے لئے میزان ومعیار بنادیا کہ ان کی روشنی میں انھیں پرکھا جائے گا۔ اسی لئے ہر امت پر نبی کی معرفت واجب ہے۔

چنانچہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی معرفت ان تین اصولوں میں سے ایک ہے جن کی معرفت انسانوں پر واجب ہے۔ ہر بندے سے اس کی قبر میں اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: بندے کا رسول کی معرفت اور اس کی لائی شریعت کی معرفت حاصل کرنا اس کی باتوں کی تصدیق کرنا اور اس کے اوامر کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ایسا ضروری وبدیہی امر ہے جو تمام بدیہات سے مقدم اور اہم ہے۔ نبی ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت وسوانح کا ملخص سطور ذیل میں قلم بند کیا جارہا ہے تاکہ ہمیں آپ ﷺ کی بہتر معرفت حاصل ہو۔

آپ کا نسب عالی: بروز قیامت اولاد آدم کے سردار خلقت کے چیدہ وچنندہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم سے چنا: بنو ہاشم کو قریش سے چنا وہ خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ علی الاطلاق نسبی اعتبار سے پوری روئے زمین میں سب سے افضل ہیں۔

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں تمام لوگوں میں ذاتی طور پر افضل ہوں اور نسبی طور پر بہترین ہوں۔ (رواہ الترمذی)

پرورش وپرداخت: آپ یتیم پیدا ہوئے آپ کی پرورش وپرداخت یتیمی کی حالت میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى (الضحی) ''کیا اس نے تجھے یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟''

تسلسل کے ساتھ ایک گہوارے سے دوسرے گہوارے میں منتقل ہوتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حلیمہ سعدیہ کے یہاں رضاعت کے کل تقریباً چار سالہ ایام گذرے پھر دادا عبدالمطلب کے آغوش تربیت میں دن گذرے پھر آخر میں چچا ابو طالب نے کفالت کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے یوں تربیت عطا فرمائی کہ بڑے ہوئے تو آپ نے بتوں کی عبادت سے بغض ونفرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بچپن میں حفاظت فرمائی اور عالم شباب میں آپ کی ہر طرح صیانت عطا کی آپ نے کبھی کسی صنم کو ہاتھ نہیں لگایا نہ کسی وثن کو چھوا بلکہ مکمل ان سے دوری اختیار کی۔

نکاح نبی اول: بعثت سے پہلے ہی آپ نے ایک شریف النفس، عالی نسب، ذہین وفطین خاتون خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے شادی کی یوں خدیجہؓ آپ کی پہلی بیوی تھیں خدیجہؓ ہر اعتبار سے ایک عظیم خاتون تھیں جن کی بڑی فضیلت ہے۔

جاہلی معاشرہ: اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو صورت حال یہ تھی کہ جاہلیت عام تھی اور زمین میں شرک وبت پرستی کا دور دورہ تھا اور کہانت اور کاہنوں کے واقعات بہت عام تھے باہمی جنگ وجدل اور خوں ریزی کے حوادث وقوع پذیر ہوتے تھے۔ قطع رحمی اور نزاع باہمی کا ایک سلسلہ تھا۔

ایسے ماحول ومعاشرہ میں آپ مبعوث ہوئے آپ نے قوم کو توحید کی دعوت دی۔ اور نتیجتاً قوم کی طرف سے تکذیب واعراض اور انواع واقسام کے ظلم وستم اور جور وجفا کا سامنا کیا۔

فضائل نبوی ﷺ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلند مرتبہ عطا کیا: اور عالی شان بنایا۔ آپ کو روشن ترین معجزات عطا کیا: آپ کی نبوت کو متعدد واضح دلائل سے مدلل کیا: آپ کو وہ رعب ودبدبہ عطا کیا کہ دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مرعوب ہوجاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے متقدم ومتاخر ذنوب کی، مغفرت فرمائی، آپ کو اولیات سے سرفراز کیا۔ آپ وہ پہلے شخص ہوں گے کہ جن سے قبر شق ہوگی۔ قیامت کے دن آپ اول شفاعت کرنے والے ہوں گے آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ آپ صراط پار کرنے والے پہلے شخص ہوں گے آپ ہی وہ پہلے انسان ہوں گے جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹا کر کھلوائیں گے۔

تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے عبد شکور ہیں۔ آپ اس قدر قیام اللیل فرماتے کہ آپ کے قدم متورم ہوجاتے۔ آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے مخلص ترین خشوع وخضوع والے بندے تھے۔

عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا

اس وقت آپ صلاۃ پڑھ رہے تھے رونے کی وجہ سے آپ سے ہانڈی سے نکلنے والی آواز کی سی آواز نکل رہی تھی۔(رواہ احمد)

آپ نے اپنے متعلق خود فرمایا: قسم اللہ کی میں تم سب میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ متقی بندہ ہوں۔(رواہ البخاری ومسلم)

نبی ﷺ اللہ کا یوں ادب واحترام کرتے تھے: آپ رب جل وعلا کی تعظیم کرتے تھے اپنے خالق کا بڑا پاس وادب رکھتے تھے۔آپ اپنے لئے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتے تھے جس کا مالک صرف اللہ ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (الاعراف: ۱۸۸)

ایک آدمی آپ کے پاس آیا اس نے کہا: ماشاء الله وشئت جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں، تو آپ علیہ السلام نے اس سے کہا: اجعلتني لله ندا قل ماشاء الله وحده کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا مقابل وہمسر بنا دیا یوں کہا کرو: جو اللہ تعالیٰ تنہا چاہتا ہے۔(رواہ النسائی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ کی بابت فرمایا: قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (الجن: ۲۱) ''کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان ونفع کا اختیار نہیں''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی میں تمہاری طرح بشر ہوں کہ میری طرف من جانب اللہ وحی کی جاتی ہے میں بھی اللہ کا ایک بندہ ہوں۔

تمہاری ہدایت وضلالت کا کچھ بھی معاملہ میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ ہدایت وگمراہی کا سارا معاملہ اور تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

آپ کی خاکساری: نبی ﷺ بے حد تواضع پسند اور صاحب انکسار تھے۔ آپ بہت ہشاش وبشاش اور خوش مزاج تھے۔

فقراء کی مجلسوں میں شرکت فرماتے۔مساکین کے ساتھ کھاتے، پیتے، اپنا پھٹا جوتا خود درست کر لیتے۔اپنا اور اپنی ازواج مطہرات کا کام بنفس نفیس انجام دے لیتے۔

پرانے مشکیزہ میں پانی رکھ کر پی لیتے تھے۔آپؐ نے مسجد نبوی کی تعمیر میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹ پتھر ڈھونے کا کام کیا۔آپ نے خادموں کی عیب گیری نہ کی نہ ان کو کبھی ڈانٹا وپھٹکارا۔

خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔میں نے نبی ﷺ کی دس سالوں تک خدمت کی آپ نے مجھ پر کبھی کوئی عیب گیری نہ فرمائی۔(رواہ مسلم)

آپ بڑوں کی توقیر کرتے اور چھوٹوں پر شفقت ومہربانی فرماتے۔یہی آپ کی تعلیم تھی۔ ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا۔

اگر آپ کا گذر کم سن بچوں کے پاس سے ہوتا تو ان سے سلام کر لیتے۔

ایک مرتبہ ابو عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ چھوٹے بچے تھے۔

آپ نے ان سے شاندار ہنسی کرتے ہوئے فرمایا: ايا عمير ما فعل النغير اے ابو عمیر نغیر کا کیا ہوا۔(رواہ البخاری ومسلم)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے نبی ﷺ سے زیادہ بچوں پر رحمت وشفقت نثار کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔(رواہ مسلم)

آپ بہت تواضع پسند اور فخر وغرور اور تکبر وگھمنڈ سے بہت دور تھے۔آپ نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا: لاتطروني كما اطرت النصارى ابن مريم: فأنما انا عبده فقولوا عبدالله ورسوله (رواہ البخاری) تم لوگ میری شان میں وہ غلو نہ کرو جیسا غلو نصاری نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ درحقیقت میں ایک بندہ ہوں: تم مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

نبی ﷺ کا کرم: آپ ﷺ کریم النفس، زیادہ سخی، بڑے جود وعطا والے تھے۔بطور سخاوت وجود وکرم پورے توکل کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔

جو بھی دنیا کا کوئی ساز وسامان جس کے آپ مالک تھے مانگ لیا گیا آپ نے مانگنے والے سے نہیں نہ کہا بلکہ اسے دے دیا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمان ہو جانے پر جو بھی مانگا گیا آپ نے اسے دے دیا۔(رواہ البخاری ومسلم)

زهد نبوی ﷺ: دنیا اور متاع دنیا اور اس کی جملہ نعمتوں سے آپ نے بے رغبتی کا مظاہرہ کیا: آپ نے زاہدانہ طریق اپنایا:

اس دار فانی ومافیہا سے اعراض کیا: اور دار آخرت ودار قرار کے لئے عمل کیا اسی کے لئے کوشاں رہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب دنیا میں میرا حال بس اس مسافر سوار کی مانند ہے جس نے درخت کے نیچے کچھ دیر سایہ سے مستفید ہوا پھر آگے روانہ ہو گیا اور اس درخت کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔(رواہ الترمذی)

تین ہلال کا دیدار ہو جاتا یعنی دو کامل ماہ گذر جاتا نبی ﷺ کے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔کوئی چیز پکا کر کھانے کی نوبت نہ آتی تھی۔گزارہ صرف کھجور وپانی پر ہوتا تھا۔

مسلسل کئی روز خالی پیٹ گذار دیتے آپ اور آپ کی ازواج مطہرات کو رات کا کھانا نہ میسر ہوتا تھا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو بھوک سے تڑپتے دیکھا ہے آپ کو خراب نوعیت، ردی قسم کا بھی کھجور میسر نہ تھا کہ جس سے اپنی بھوک مٹا لیتے۔(رواہ مسلم)

بھوکے پیٹ گھر سے باہر نکلتے، بھوک کا درد کم کرنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے: آپ کبھی خالی شکم ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ کی آواز کی تبدیلی وکمزوری سے پتہ لگا لیتے کہ آپ بھوکے ہیں: (رواہ البخاری ومسلم)

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی کمزور ودھیمی آواز سنی تو میں جان گیا کہ آپ بھوکے پیٹ ہیں۔(رواہ البخاری ومسلم)

نبی ﷺ کے گھرانے میں ایسے ایام بھی آئے کہ آپ کے گھروں میں پانی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: میں پریشان حال بھوک پیاس سے نڈھال ہوں آپ نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ کو بلوایا پوچھا کچھ ہے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: میرے پاس سوائے پانی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے دوسری زوجہ پاک کو طلب کیا انہوں نے یہی بات کہی: یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) نے یہی کہا کہ پانی کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔(رواہ مسلم)

خوف وخشیت نبوی ﷺ: اس قدر شدت بھوک برداشت کرتے رہنے کے باوجود آپ اپنے رب جل وعلا کا بہت خوف رکھتے تھے۔

اپنے بستر پر کھجور کا دانہ پا کر یوں فرماتے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ دانہ کھجور صدقہ کا ہوگا تو میں اسے کھالیتا۔(رواہ البخاری)

نبی ﷺ نے دشواریاں برداشت کیں: زندگی میں آپ نے بڑی مشقتیں برداشت کی ہیں: دشواریوں کا مشکل ترین دور دیکھا: یتیم کے طور پر پرورش پائی ماں کی بھرپور شفقت کا لطف نہ پایا۔ پیدائش سے قبل ہی والد کا انتقال ہوگیا۔والد کی آنکھوں نے اپنے اس لاڈلے کا دیدار کرنے کا وقت ہی نہ پایا۔

بعثت کے بعد آپ کی قوم نے قولی وعملی ایذائیں پہنچائیں: انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: لوگوں نے ایک مرتبہ اس قدر مارا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ آپ کو مجنون کہا گیا جادوگر اور جھوٹا بھی کہا گیا: وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (ص:۴) ''اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے'' ہجرت کے موقعہ پر آپ کو غار میں پناہ لینی پڑی، جہاں پر دردوالم، خوف وخطر اور رنج وغم کا ماحول تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:۴۰) ''جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے''

غزوہ احد میں آپ کا رباعیہ دانت توڑ دیا گیا۔آپ کے چہرے پر کاری زخم آئی اور آپ کا خون بہہ نکلا۔

آپ نے بھوک کی شدت برداشت کی، دشمن کے حملوں کا سامنا کیا، اعداء نے ان کے کھانے میں زہر ملا دیا۔آپ پر جادو کیا گیا۔ مصائب وآلام کا ایک تسلسل تھا جن سے آپ دوچار ہوئے مشقتوں اور پریشانیوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

اوران تمام مصائب کے باوجود آپ سے رب جل شانہ نے فرمایا: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:۳۵) ''پس اے پیغمبر! تم صبر کرو جیسا کہ صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا'' یعنی کہ اوالوالعزم رسولوں نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں اپنے رنج والم کا اظہار اپنی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں بھی کیا۔

عائشہ! میں نے تمہاری قوم یعنی قریش مکہ سے بہت تکلیفوں کا سامنا کیا: (رواہ البخاری)

آپ کی چھ اولاد کا آپ کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا ان تمام رنج ومحن اور دردوالم نے آپ کو دعوت الی اللہ سے نہ باز رکھا بلکہ غم حیات اور شدت زندگی پر بھرپور صبر کیا اور اپنے متعلق فرمایا:

مجھے اللہ کے بارے میں جتنی ایذائیں پہنچائی گئیں۔ اتنی کسی کو نہیں پہنچائی گئیں۔اور مجھے اللہ کے متعلق جتنا زیادہ خوف وہراس میں مبتلا کیا گیا اتنا کسی کو بھی نہیں ہراساں کیا گیا۔(رواہ احمد)

نبی رحمت: آپ نرم دل اور حد درجہ رحم دل تھے۔جب نماز کی حالت میں بچے کے رونے کی آواز سنتے تو آپ اپنی نماز مختصر کردیتے کیونکہ آپ کو بھرپور احساس ہوتا کہ بچے کی ماں اس کے رونے سے سخت ھم وغم میں مبتلا ہوچکی ہوگی۔

آپ قبرستان مدینہ بقیع غرقد کی زیارت کرکے آخرت کو یاد کرکے اشکباری کرتے۔آپ اپنے فرزند ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کو عالم شیر خواری میں ان کو دودھ پلانے والی خاتون کے پاس جا کر زیارت کرتے۔

آپ ان کے پاس چل کر آتے ابراہیم غبار آلود ہوتے اس کے باوجود آپ انھیں چمٹا لیتے۔بوسہ دیتے اور پدری شفقت کے طور پر ان کو سونگھتے۔

جب ابراہیم کا انتقال ہوگیا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں: آپ نے فرمایا: آنکھ روتی ہے۔دل غم کرتا ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے یقیناً غمگین ہیں۔(رواہ البخاری ومسلم)

اخلاق نبوت: آپ ﷺ عقل ودانش میں کامل تھے مکارم اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا ہے۔نہ کسی خاتون کو اور نہ ہی کسی خادم کو۔(رواہ مسلم) سب سے پارسا وپاکدامن اور شرافت کے پیکر تھے۔آپ نے کسی بھی اجنبی خاتون کو کبھی نہ چھوا۔ان سے بیعت کلام کے ذریعہ لیتے تھے۔

وفاداری نبوت: آپ اپنے اہل وعیال اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ بڑے مخلص ووفادار تھے۔

آپ بکری ذبح کرتے اس کی بوٹیاں بناتے ان کی کچھ مقدار خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کو بطور ہدیہ بھیجتے یہ آپ کی اپنی غمگسار بیوی خدیجہؓ سے وفاداری کا نمونہ تھا۔غزوہ احد کے آٹھ سال بعد مقتولین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گویا الوداع کہتے ہوئے ان کی نماز جنازہ پڑھی، اپنے اصحاب کرام کا بہت اکرام کرتے تھے۔انھیں نظر انداز کرکے کسی چیز کے متعلق اپنی ذات کو ترجیح نہیں دیتے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ قلیل وکثیر کے ذریعہ ہماری غمگساری وہمدردی کرتے تھے۔

بردباری: آپ خلق عظیم پر تھے اور مکام اخلاق سے سب پر حاوی تھے۔ایسے حلیم وبردبار جو برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ آپ عفو ودرگذر سے کام لیتے تھے اپنی ذات کے لیے ناراض نہ ہوتے اور نہ کسی سے انتقام لیتے تھے۔

ایک اعرابی آپ کو کھینچتا اور یوں مال ودولت مانگتا آپ ہنستے ہوئے اس کی

جانب متوجہ ہوتے اور اس کی مانگی ہوئی چیز دے دیتے۔

جس نے آپ پر جادو کیا اسے معاف کر دیا۔ جس نے آپ کے کھانے میں زہر ملایا اس کی زجر وتوبیخ نہ کی۔ جنھوں نے آپ سے جنگیں کی آپ نے ان سے درگذر کیا اور فتح مکہ کے دن ان سے فرمایا ’’جاؤ تم سب آزاد ہو‘‘۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ کی جس قدر بھی بے عزتی کی گئی آپ نے بے آبروئی کرنے والے سے انتقام نہ لیا: (رواہ مسلم)

بہتر میل جول والے نبی: آپ بہت نرم خو، ہمیشہ خوش باش، شادان وفرحان، جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے۔ (رواہ البخاری)

اپنے اصحاب کرام کی خبر گیری کرتے، اپنے مودبانہ انداز سے اہل فضل وعلم کو ترجیح دیتے۔ آپ بہترین میل جول والے، عمدہ سلوک کرنے والے تھے۔ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے تھے۔ کسی پر کچھ بھی جفاوزیادتی نہ کرتے۔

زبان کی حفاظت کرنے والے، نہ فحش گو تھے نہ بہ تکلف بدگو تھے۔ بلکہ آپ پردہ نشین کنواری خاتون سے کہیں زیادہ حیادار تھے۔

آپ کی خصلتیں آپ کی طبیعت وفطرت کے مطابق تھیں۔ بھاری بھرکم الفاظ آپ کو پسند نہ تھا۔ اور گوشۂ زبان سے بات کرنا بھی آپ کو ناپسند تھا۔

کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے وہ یوں کہنے لگے۔ اے اللہ کے رسول اے ہمارے افضل، اور اے ہمارے افضل کے صاحبزادے! اے ہمارے سردار! اور ہمارے سردار کے صاحبزادے۔

تو آپ نے فرمایا: لوگو! اپنی بات کہو شیطان تمہیں لغزش میں نہ مبتلا کرے۔ میں تو محمد، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مجھے نہیں پسند ہے کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے عطا کئے مقام ومرتبہ سے اوپر اور زیادہ مرتبہ دو۔ (رواہ النسائی)

مہمانوں کے لیے پیش کردہ کھانے میں موجود ومیسر میں کوئی تکلف نہ کرتے اور جو نہیں میسر ہوتا اس کو ڈھونڈھنے اور تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

صحابہ رضی اللہ عنھم کی آپ سے محبت: آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنھم نے آپ سے بے پایاں محبت کی۔ آپ کچھ کہتے تو وہ آپ کی بات بغور سنتے۔ کوئی حکم دیتے تو تعمیل حکم میں خوب سبقت کرتے۔

خادم رسول انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ صحابہ کے نزدیک نبی ﷺ سے زیادہ کوئی دوسرا محبوب نہ تھا۔ آپ حد درجہ پاکیزہ اخلاق کے پیکر تھے۔ اور سب سے زیادہ عمدہ ادب کے حامل تھے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ نے زندگی بھر ایک بار بھی جھوٹ نہ بولا نہ کسی پر ظلم کیا نہ کسی سے کبھی کوئی بے وفائی کی۔ بلکہ آپ سب سے زیادہ سچے انسان تھے، سب سے زیادہ عدل وانصاف کرنے والے۔ امن وخوف، قوت وضعف کے اختلاف احوال کے باوجود عہد وپیمان سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔

بیویوں کا احترام: آپ اپنی ازواج مطہرات اور آل واولاد کی خوب عزت واحترام کرتے تھے۔ ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرتے تھے۔

جب آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آتی تھیں آپ ان کو مرحبا (خوش آمدید) کہتے اور اپنے بغل بٹھاتے۔

آپ یوں فرماتے تھے تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہے۔ اور میں اپنے اہل وعیال کے لئے سب سے بہتر ہوں۔ (رواہ الترمذی)

اللہ تعالیٰ آپ کے بلند اخلاق کی شہادت دی فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم: ۲۹) ’’اور بے شک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے‘‘۔

جمال نبوی ﷺ: آپ سب سے زیادہ حسین وجمیل اور بارونق اور تروتازہ تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک چودہویں کے چاند کی مانند آبدار وتابدار تھا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا ہے۔ (رواہ البخاری)

آپ پاکیزہ جسم اور عمدہ خوشبو والے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کبھی کوئی عنبر اور نہ کوئی مشک سونگھا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے عمدہ اور خوش گوار ہو۔ (رواہ مسلم)

بلاغت نبوی ﷺ: آپ فصیح اللسان، بلیغ البیان اور عظیم قادر الکلام تھے: گفتگو بڑی واضح اور صاف ہوتی تھی۔

آپ کی بات بہت دلنشیں ہوتی تھی:

آپ کے تمام اوقات اللہ تعالیٰ کی مرضی اور فرمانبرداری میں صرف ہوتے تھے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام:۱۶۳) ’’آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں‘‘۔

اپنی بعثت سے اپنی موت تک آپ رب جل وعلا کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔ اور اپنی امت کو شرک میں مبتلا ہونے سے روکتے رہے۔

کوئی خیر نہ چھوڑا مگر امت کی اس پر رہنمائی ضرور کی نہ کوئی شر باقی چھوڑا مگر امت کو اس سے چوکنا کیا اور ڈرایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا: لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبہ:۱۲۸) ’’تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں‘‘۔

آپ کی راہ اپنانی چاہیے اوران کی سیرت وسنت کومضبوطی سے تھامنا چاہیے۔

آپ کی مخالفت سے ڈرنا ضروری ہے تاکہ دنیاوآخرت کی کامیابی حاصل ہو۔

ہمارے نبی ﷺ ایک انسان تھے آپ کوانسانی وبشری عوارض پیش آئے تھے۔ آپ بیمار ہوئے،انھیں بھوک لگتی غم لاحق ہوتا اورآپ کونیند بھی آتی۔

معاذ اللہ آپ کے اندر ربوبیت اورالوہیت کی کوئی بھی خاصیت نہیں تھی۔آپ اللہ کے رسول تھے جو پیام رب کی تبلیغ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکهف:١١٠)

آپ کواصل مقام ومرتبہ سے غلوکرتے ہوئے اونچانہیں کرنا چاہیے اورآپ کا اصل رتبہ تفریط سے کام لیتے ہوئے نہیں گھٹانا چاہیے۔

طاعت نبوی ﷺ: آپ کی اتباع اورآپ کےاوامرکی بجاآوری واجب ہے:

شیخ محمد حسن آل الشیخ نے فتح المجید میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تعظیم آپ کے امرونہی کی تعظیم،آپ کی سیرت کی اقتداءاورآپ کی سنت کی اتباع سے ہوتی ہے۔

آپ کی اطاعت سے ہی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور مسلسل خیرات وبرکات ملتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کافرمایا ہے:وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران:١٣٢)

اوراللہ اوررسول کی اطاعت کرو۔تاکہ تم پررحم کیا جائے۔

آپ کی محبت ،اولاداور والدین پر مقدم ھے:

آپ ﷺ نےفرمایا:لایومن أحدکم حتی أکون أحب الیه من ولده ووالده والناس أجمعين (رواه البخاری)

تم میں کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے بچوں اس کے باپ اوردیگر تمام لوگوں سے زیادہ محبوب بن جاؤں۔

آپ کی پیروی ہی سے زندگی خوش حال بنتی ہے اورتمام خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:٩٧) ”جوشخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہوتو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اوران کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور باضرور دیں گے“۔

بندہ مؤمن کی سعادت دارین کا دارومدار آپ ﷺ کی ہدایات وسیرت کو مضبوطی سے تھامنے پر ہے۔اورعزت وشان کا انحصار آپ کی پیروی پر ہے۔ اورکامیابی آپ کے نقش قدم پر چلنے میں مضمراوراسی پرموقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نبی مکرم کی اتباع اورآپ کی سنتوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی نبینا وسلم
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱)وہ طلباء جواعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اورانہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دواساتذہ کا تزکیہ اورصوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲)وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یااس کی تجدید مطلوب ہو،درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب)متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا،امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یانئی تصدیق جس میں معیار تعلیم،تعداد طلبہ واساتذہ مذکورہو۔

(ج)جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د)جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘(اُردو) ،ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘(ہندی)،نیز ماہنامہ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘(انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراءاورقدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳)علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اورعہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یااس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جوحضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اوربذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامه: مرکزی جمعیت اهل حدیث هند

اسلام امن وشانتی کا ضامن

مولانا محمد اسرائیل عاشق سلفی
ڈومریا گنج

دنیا میں امن وشانتی کے قیام اور انسانیت کے لیے اس کے ناگزیر ہونے کے سلسلے میں دور حاضر میں زیادہ چرچا ہے۔مختلف مذاہب وادیان کے سرکردہ اور متعدد تحریکوں اور سیاسی پارٹیوں سے وابستہ لوگ امن وسلامتی اور اطمینان وسکون کی ضرورت کا اقرار کرتے ہیں اور ان وسائل وذرائع کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جو امن وامان کا ضامن ہوسکتے ہیں اور انسانیت کو زبردست خطرات سے محفوظ اور ان اسباب کو ختم کرسکتے ہیں جو تیسری عالمی جنگ کے سبب بن سکتے ہیں۔

افکار ونظریات میں ٹکراؤ ہوجاتا ہے کوئی سیاسی لیڈر یا سماجی ریفارمر امن وامان کے قیام کے لیے کسی طریقہ کار سے مطمئن اور اسے امن وسکون کا ضامن خیال کرتا ہے تو دوسرا اسے باطل، مسائل کو مزید پیچیدہ کرنے والا اور امن وسکون کے منافی سمجھتا ہے۔آج انسانیت انہیں نظریاتی اختلافات، باہمی کشمکش اور فکری تصادم جن میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے جس کی وجہ سے گوناگوں مصائب وآلام کا شکار ہے اور جن سے چھٹکارہ اور نجات حاصل ہوپانا محال ہورہا ہے۔

اس فکری گمراہی کی وجہ انسانی مسائل کے حل کے سلسلے میں لوگوں کی مطلق العنانی، خودغرضی اور سائنس وٹکنالوجی میں اندھادھند ترقی کے سبب بے جا تکبر اور گھمنڈ اور اس اللہ حکیم کے راستے سے اعراض ہے جو تمام انسانیت کا خالق، آسمان اور زمین کے رازوں سے واقف، وسیع وعریض دنیا کا مدبر اور یوم جزاء کا مالک ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس اعراض وبے توجہی کا سرچشمہ جہالت ونادانی اور ناقدری وناسپاسی ہے اور معلوم نہیں نفسانی خواہشات، باطل افکار ونظریات اور منحرفانہ جذبات کب تک انسان کے مستقبل اور اس کے انجام سے کھیلتے رہیں گے۔پچھلی صدی کے نصف اول میں دونوں عالمی جنگوں سے جو بُرے نتائج سامنے آئے ان کو سامنے رکھ کر لیڈروں اور سماجی ریفارمروں نے اس بات پر زور دیا کہ دنیا میں امن وامان اور شانتی کا قیام قوت وطاقت کے بل بوتے ممکن نہیں اور نہ ہی انسانی مسائل جنگوں کے ذریعہ حل ہوسکتے ہیں۔مصائب سے چھٹکارا پانے اور دنیا میں امن وشانتی کے قیام کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ پرامن بات چیت اور مذاکرات ہوں۔مسائل کتنے بھی سنگین اور پیچیدہ ہوجائیں اسلحے اور سامان جنگ ان کا حل نہیں بن سکتے ہیں۔دور حاضر میں امن وشانتی کے قیام کی خاطر سیکڑوں قانون قاعدے بنائے اور ختم کئے جاتے ہیں لیکن چونکہ وہ سب انسانی عقل کے وضع کردہ ہوتے ہیں اس وجہ سے پیش آمدہ مسائل اور حوادث کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں۔

امن اور شانتی کے قیام کے لیے یہ اور اس طرح کے اصول وضوابط اسلام اور مسلمانوں کے لیے نئے نہیں ہیں، اسلام چودہ صدی پہلے ان تمام چیزوں کو پیش کرچکا ہے۔لوگوں کو جنگ اور اس کے بھیانک انجام سے بچنے کی طرف دعوت دی اور ان تمام کوششوں کو سراہا جو امن کے قیام اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے پھیلانے کے لیے جاتی ہیں۔اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًام بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡفَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا وَمَنۡ اَحۡیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا (المائدہ:۳۲)جس نے کسی کو قتل کیا جبکہ وہ(مقتول)کسی کا خون کرنے یا زمین میں فساد برپا کرنے کا مرتکب نہیں ہوا تھا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا۔اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچائی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:''وَلَاتُفۡسِدُوۡافِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ''(الاعراف:۵۶)

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو اور خوف اور امید کے ساتھ اسی کو پکارو، یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔''

اسلام اور اس کے کامیاب اعلیٰ نظام پر ایمان رکھتے ہوئے ضرورت ہے کہ اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کو نافذ کیا جائے۔اس سلسلے میں ہماری تائید وموافقت ہر وہ شخص کرے گا جس نے اسلام اور اس کے نظام کا بنظر غائر اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسانی مسائل کا صحیح حل اسلام اور اس کے اصول وضوابط ہی کے ذریعہ ممکن ہے جب تک جملہ شعبائے زندگی پر اسلامی شریعت کا نفاذ نہ ہوگا انسانیت کو سکون اور چین حاصل نہ ہوگا۔اسلام نے ماضی میں جس طرح امن وامان قائم کیا ہے آج بھی امن ومان کا ضامن ہے اور مستقبل میں بھی اس کے قیام کا اہل ہے۔وجہ یہ ہے کہ اسلام نے لوگوں کو وہ چیزیں دیں جو کسی مذہب اور دین نے نہیں دیا۔وہ تمام انسانی قافلے کو ایک درخت کے سایہ میں جگہ دے سکتا ہے۔جہاں وہ امن وامان محسوس کریں گے۔اسلام سراپا عدل وانصاف، اخوت وبھائی چارگی، ہمدردی وغمگساری اور خیرخواہی کا نام ہے وہ معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں،

کینہ کپٹ، بغض وحسد، انانیت وتکبر، عصبیت اورناجائز لالچ پر تیشہ چلاتا ہے۔

مذہب اسلام زندگی سے متعلق اپنے کلی اصول وضوابط اورامن وامان سے متعلق عام نقطہ نظر کو لے کران فکری اور عملی جنگوں کی مذمت کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ وجود میں آتی ہیں نیز وہ لوگ جو اس کے علمبردار ہیں وہ بھی اس کی نظر میں ملعون ہیں۔ جنگیں ان کے اسباب، وقائع اور نتائج سبھی قابل مذمت ہیں۔اس لیے کہ یہ تو زمین پر اللہ کے کلمہ اوراسلام کے اعلیٰ اصول وضوابط کی واضح خلاف ورزی ہے۔

یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود اگر ہم کسی بھی طرح سے اسلام دشمن تحریکوں اور طاغوتی طاقتوں کی طرف کھنچتے ہیں یاان کا سہارا بنتے ہیں تو یہ خود اپنے نفس پر ظلم اوراسلام کے ساتھ بے وفائی ہے اوراسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

بلاشبہ ان فکری وعملی جنگوں کے اسباب اور مقاصد کا تعلق کچھ بھی نہ تو اسلام سے ہے اور نہ ہی اسلام کا اس میں کوئی فائدہ ہے جو ان میں کسی بھی طرح کا تعاون دے رہے ہیں تو وہ ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

اسلام کے ماننے والوں پر ضروری ہے کہ سسکتی اور کراہتی انسانیت کو ظلم سے نجات دلائیں۔اس کام کو پہلے ہم خود شروع کریں اور دوسروں کو تلقین کریں۔

اسلام ہر فرد جماعت اور حکومت وسلطنت پر طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے پر زور ڈالتا ہے۔یہی مذہب اسلام کی تعلیم ہے جس پر چل کر ہم گلوخلاصی کا راستہ پاسکتے ہیں اور پوری نوع انسانی کے لیے کامل وشامل، صاف ستھرا ظلم وزیادتی اورفساد سے پاک امن وامان کا راستہ ہموار کر سکتے ہیں۔

اسلام کے احکام اور تعلیمات کی طرف رجوع اور اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونا انسانیت کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔آج اسلام کی تعلیمات ہی گلوخلاصی کا واحد راستہ ہے اور اسلام کا کلمہ ہی وہ آخری کلمہ ہے جسے صرف مسلمان ہی نجات کے واسطے نہیں پکارتے بلکہ پوری انسانیت امن وشانتی اور خوشگوار زندگی کے لیے پکار رہی ہے۔

☆☆☆

حیدرآباد وسکندرآباد کے

سیلاب متاثرین کے لیے دعا وراحت رسانی کی اپیل

تلنگانہ وآندھراپردیش کے اضلاع خصوصا تاریخی شہر حیدرآباد وسکندرآباد میں حالیہ چند دنوں سے جاری موسلا دھار بارش کی وجہ سے معمولات زندگی پوری طرح درہم برہم ہوگئے ہیں۔جان ومال، مویشی، دیگر املاک اور زراعت کا شدید نقصان ہوا ہے۔مکان ودکان تباہ وبرباد ہوگئے ہیں۔بہت سے لوگ خانما برباد کھلے آسمان تلے اونچے مقامات پر پناہ گزیں ہیں اور اشیاء خوردونوش اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی کے لیے محتاج ہوگئے ہیں اوراہل خیر حضرات کی دعا وامداد کے منتظر ہیں۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں تمام اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں اپنے سیلاب متاثرین بھائیوں کے لیے دعا کریں اور ان کی بھرپور امداداور راحت رسانی کا سامان کرکے انسان دوستی کا ثبوت فراہم کریں اور عنداللہ ماجوراور عندالناس مشکور ہوں۔صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ اورشہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد اول دن سے سیلاب متاثرین کے بچاؤ، امداد اور راحت رسانی میں لگی ہوئی ہیں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بھی اس سلسلے میں امکانی حد تک امداد وراحت رسانی کے لیے کوشاں ہے اور تمام متاثرین کے دکھ درد میں شریک ہے۔اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو اور اس آفت سے جلد از جلد نجات دے۔آمین

اپیل کنندگان : جملہ ذمہ داران واراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c 629201058685 (ICICI Bank)

IFSC Code:ICIC0006292 Branch:Chandni Chowk, Delhi-110006

ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی
میڈیا کوآرڈینیٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اردو کے غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی - ایک جائزہ

''نعت'' عربی کا لفظ ہے جس کے معنی اہل لغت نے کسی کی تعریف وتوصیف بیان کرنا اور مدح وستائش کرنا لکھا ہے۔ لیکن اصطلاح میں اس کا استعمال پیرایۂ نظم میں جناب سید الأولین والآخرین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کے پاک وپیارے اوصاف ومحاسن اور سیرت طیبہ کے بیان اور آپ سے جذبات محبت وشیفتگی کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ نعتِ رسول مقبول ﷺ کی پاکیزہ روایت کا آغاز عربی زبان میں زمانۂ حضرت رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو چکا تھا۔ جب مائی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا:

لنا شمس وللآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السماء
فان الشمس تطلع بعد صبح
وشمسی تطلع بعد العشاء

''ایک ہمارا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے۔ اور میرا سورج آسمان والے سورج سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ آسمان کا سورج صبح کے بعد طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج عشاء کے بعد روشنی کی کرنیں بکھیرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے پیارے چچا ابو طالب نے کہا تھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للأرامل

''آپ کا روئے زیبا اس قدر روشن ہے کہ لوگ اس کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہیں۔ آپ یتیموں کے والی اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔''

ہجرت کے وقت رسول ﷺ کے استقبال میں مدینہ کی بچیوں نے گایا تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''ہم پر چودہویں کا چاند وداع کی پہاڑیوں سے طلوع ہوگیا۔ ہم پر شکر لازم ہے جب تک اللہ کا نام لینے والا باقی رہے۔''

حضرت حسان بن ثابت، حضرت اسود بن سریع، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عامر بن اکوع، حضرت کعب بن زہیر اور حضرت نابغہ جعدی رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ صحابہ نعت گوئی میں معروف تھے۔ خصوصاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما نے کفار ومشرکین کی ہرزہ سرائیوں کا جو مسکت جواب دیا تھا اسے رسول ﷺ نے پسند بھی فرمایا تھا۔

جب اسلام کا دائرہ وسیع ہوا اور اس کا نو بہار پیغام مرغزار عرب سے نکل کر آزر کدۂ عجم کے در و دیوار اور اذہان وافکار پر دستک دینے لگا تو نعت گوئی کی یہ سنہری روایت فارسی میں بھی منتقل ہوئی اور عبدالرحمٰن جامی، عرفی اور شیخ سعدی جیسے عظیم شعراء نے اُسے اوج کمال پر پہنچایا۔ اردو زبان وادب میں نعت گوئی کی یہ خوب صورت روایت فارسی سے آئی اور اس زبان میں اس صنف سخن نے ایسی ترقی کی کہ اس حوالے سے دوسری زبانوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئی۔ مومن، حالی، اقبال، ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، مولانا لیاقت علی محسن کاکوروی، شورش کاشمیری، فضا ابن فیضی وغیرہ اکابر شعراء نے نعت گوئی کی روایت کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں خصوصاً آخر الذکر نے صنف نعت کو نئے الفاظ ومعانی اور تعبیرات وتلمیحات سے متعارف اور آراستہ وپیراستہ کیا۔

نعت گوئی بظاہر آسان مگر بہت کٹھن صنف سخن ہے۔ اس میں بڑی فنی باریکیاں اور نزاکتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نعت گوئی کو شاعری کا نگینہ بھی کہا گیا ہے۔ نعت گو کے لیے ذات رسالت مآب ﷺ کا مطلوبہ ادب واحترام کے ساتھ ساتھ الفاظ وتعبیرات کے استعمال میں کمال احتیاط ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ نعت گوئی تلوار کی دھار بلکہ پل صراط پر چلنے سے عبارت ہے کہ ادنی لرزش شاعر کو ہاویۂ ضلالت وگمراہی میں دھکیل سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو میں نعت گوئی قصیدہ نگاری ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے جس میں غلو کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ لیکن غلو اس قدر نہ ہو کہ الوہیت ورسالت کے مابین جو حد فاصل ہے وہ گم ہو جائے جو متاع دین وایمان کے ضیاع کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر بڑے بڑوں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں اور ساری کی ساری تان یہاں پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید ایں جاں
(عزت بخاری)

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را
(عرفی)

نعت گوئی میں عقیدہ کی جو باریکیاں اور فنی نزاکتیں ہیں ان کو بخوبی برتنے، اسے فن پارہ بنانے اور اس کا حق ادا کرنے میں نوابغ وجہابذہ کو بالآخر اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے کہنا پڑا ہے۔

واحســن مــنك لــم تــرقــط عيــنــي
واحســن مــنك لــم تــلــد الــنســاء
خــلــقــت مبــرء مــن كــل عيــب
كــانك قــد خــلــقــت كــمــا تشــاء

(حضرت حسان بن ثابتؓ)

’’آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ کسی خاتون نے آپ سے زیادہ حسین بچے کو جنم دیا۔ آپ ہر طرح کے عیب سے پاک وصاف پیدا ہوئے گویا کہ آپ جس طرح حسین وجمیل پیدا ہونا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا ہوئے۔‘‘

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(شیخ سعدی)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

(غالبؔ)

چونکہ حضرت رسالت مآب ﷺ سے محبت والفت ایمان کی کسوٹی ہے اور اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ کی پاکیزہ سیرت پڑھی اور بیان کی جائے۔ آپ کے اخلاق عالیہ اور اسوۂ حسنہ کے پھولوں سے زندگی کے لمحات کو خوبصورت اور عطر بیز بنایا جائے، آپ کے عالمگیر پیغام انسانیت کو عام کیا جائے۔ اس لیے ایک مومن صادق مختلف پیرایۂ بیان میں رسول ﷺ کی سیرت وخوبی بیان کرتا ہے۔ اور بربط دل پر نعت کا زمزمہ چھیڑ کر ایک بندۂ مومن ہی نہیں بلکہ عام انسانوں کے قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے کی سعی مبروک ومشکور کرتا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ ایسی صنف سخن جس کو دربار رسالت مآب ﷺ سے سند قبولیت واجازت حاصل ہو اس کے گیسو وکاکل کو سنوارنے میں ایک صاحب ایمان ادیب وفنکار کا پوری توانائی صرف کردینا کس قدر سعادت مندی کی بات ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ نعت رسول دنیا کی ہر زبان اور بولی میں کہی گئی ہے اور اس کے اثرات ہر زبان میں موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ساری انسانیت کے لیے سراپا رحمت بن کر آئی تھی اور آپ کا عفو وکرم اور جود وسخا سب کے لیے عام تھا۔ آپ نے دنیا کو ایسا پیغام امن وشانتی سنایا اور زندگی گزارنے کا ایسا انمول نسخہ عطا کیا کہ جس پر چل کر ہر زمانے میں انسانیت شاد کام وفائز المرام اور سعادت مند ہوسکتی ہے۔ یہ باتیں اگر کوئی مسلمان کہتا ہے تو اسے بادی النظر میں اظہار محبت وعقیدت پر محمول کیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ باتیں غیر مسلم کہتا ہے تو یہ اظہار حقیقت ہوتا ہے اور اس کی اہمیت ومعنویت دوچند ہوجاتی ہے۔ والمليحة ماشهدت بها ضراتها

اردو زبان وادب کی منجملہ خصوصیات وامتیازات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ اس میں ہر طرح کی تہذیب وثقافت کو ایک سلک جواہر میں پرونے کی صلاحیت موجود ہے۔ اور جب مختلف تہذیبیں اردو قالب میں ڈھلتی ہیں تو شاندار گنگا جمنی تہذیب وروایت جنم لیتی ہے جو رفتہ رفتہ پورے ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی، خیر سگالی اور کثرت میں وحدت کی خوشگوار فضا قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اور بلاتفریق مذہب وملت اہل وطن اس تہذیبی ورثہ کی حفاظت اور فروغ میں اپنی توانائی صرف کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اردو زبان نعت گوئی سے متعارف ہوئی ہے تو اس روایت کو مسلمانوں کے دوش بدوش غیر مسلم شعراء نے بھی پروان چڑھایا اور آگے بڑھایا۔ جس کی کئی وجوہات تھیں مثلاً

ا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا امتیاز ہے کہ جو بھی آپ کی سیرت وکردار اور اخلاق وبرتاؤ کا دروازہ کھٹکھٹائے گا وہ اس پر نذرانہ دل اور محبت والفت کے پھول نچھاور کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ یہی کچھ غیر مسلم شعراء کے ساتھ بھی ہوا۔ جو کہ سیرت نبوی کا ایک بڑا اعجاز ہے۔ ان غیر مسلم شعراء نے رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یا تو آپ کو پیغمبر برحق اور نبی آخر الزماں تسلیم کرکے آپ کی نعت لکھی اور آپ کے تمام صفات عالیہ اور اسوۂ حسنہ کو بلیغ پیرایہ میں بیان کیا۔ یا پھر آپ کو ایک انسان کامل کی حیثیت سے دیکھا پرکھا اور برملا کہا کہ اس ارض گیتی پر اگر کوئی انسان کامل ہوسکتا ہے تو وہ رسول ﷺ کی ذات گرامی ہے اور آپ سب کے لیے ہیں۔ اور ساری انسانیت آپ کی رہین منت ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کو آپ کی ذات سے استفادہ کرنا چاہیے۔

محمد ایک فرقے کے نہیں ہیں، محمد سب کے ہیں اور بالیقیں ہیں
ادب لائے نہ کیوں ایمان ان پر، محمد رحمۃ للعالمین ہیں

(سورج نرائن سنہا ادب سیتاپوری)

مسلموں تک ہی نہیں فیض رسالت محدود
عام ہے خلق پہ احسانِ رسول عربی

(گرسرن لال ادیب لکھنوی)

مسلماں یہ نہ سوچیں بس مسلمانوں کے آقا ہیں
وہ سب کے رہنما ہیں، سارے انسانوں کے آقا ہیں

(وید دیوانہ)

مسلم ہوں خواہ غیر مذاہب کے آدمی
سب پر شمیم فرض ہے طاعت رسول کی

(سردار شیر سنگھ شمیم فرخ آبادی)

ہر مذہب و ملت پر یکساں ہے کرم جاری
ہے سب کے لیے رحمت اسلام محمد کا

(راجندر بہادر موج فتح گڑھی)

۲۔غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کی دوسری وجہ اردو کی کوکھ سے پیدا ہونے والی مذہبی رواداری وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کی وہ فضا تھی جو لیلائے آزادی کے حصول کے لیے وطن عزیز میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اندر پیدا ہوئی تھی۔اور جذبۂ یک جہتی کے فروغ کے لیے ایک دوسرے کے اکابر ومشاہیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔یہ کوئی یک طرفہ معاملہ نہیں تھا بلکہ مسلمانوں میں بھی یہ روایت اقبال، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا حسرت موہانی وغیرہ کے یہاں ملتی ہے۔ یہی وہ دور ہے یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کا زمانہ جسے غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کا سنہرا دور کہا جاتا ہے۔اس جذبے کے تحت کہی گئی نعت ملاحظہ فرمائیں:

ہم کسی دین سے ہوں صاحب کردار تو ہیں
ہم ثنا خوان شہِ حیدر کرار تو ہیں
نام لیوا ہیں محمد کے پرستار تو ہے ں
یعنی مجبور پئے احمد مختار تو ہیں
عشق ہوجائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

(کنور مہندر سنگھ بیدی)

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمد کی شفاعت کا یقیں ہے

(برج ناتھ پرشاد مخمور لکھنوی)

پیغام ایکتا کا دیا آپ نے ہمیں
الفت سکھاتی ہے شہ عالم کی زندگی

(ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ آتش)

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دریتیم
اورغلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا
زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

(پنڈت ہری چند اختر)

نعت گوئی میں الوہیت و رسالت کے فرق، حفظ مراتب اور حد ادب کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے مسلم شعراء نے اس کا خیال نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے یہاں عقیدے کی بہت ساری خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ جہاں اس میں عقیدے کی باریکیوں اور مقام مصطفیٰ سے لاعلمی کو بڑا دخل ہے وہاں اظہار محبت وعقیدت میں غلو اور افراط وتفریط بھی اس کا بڑا سبب ہے۔ان دونوں اسباب کی وجہ سے بڑے بڑے مسلم شعراء نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔اوران کی دیکھا دیکھی اکثر غیر مسلم شعراء بھی جذبات کی رو میں بہہ گئے۔لیکن کچھ شعراء نے حد ادب وحفظ مراتب کو ملحوظ رکھا ہے اور اپنے اشعار میں الوہیت ورسالت کے درمیان امتیاز برتا ہے۔مثلاً

اکمل کہیں مقام ادب ہاتھ سے نہ جائے
توصیف لکھ رہے ہیں رسالت مآب کی

(رام پرتاپ اکمل جالندھری)

بعد از خدائے پاک مقام رسول ہے
حق بات یہ ہے خدشۂ دار و رسن سے دور

(رادھارمن جوش بدایونی)

بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا
سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلیں آیا
سیماب رحم بن کر رحمۃ للعالمیں آیا
خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا
کہا قرآں نے جس کو صاحب خلق عظیم آیا
بشر بن کر زمانے کا جمال اولیں آیا
متاع صدق لے کر صادق الوعدِ امیں آیا

(پروفیسر جگن ناتھ آزاد)

غیر مسلم شعراء نے اپنی نعتوں میں رسول ﷺ کے اخلاق عالیہ اور پاکیزہ کردار کا بطور خاص ذکر کیا ہے اور مختلف حوالوں سے آپ کی انسانیت نوازی، جود وسخا، سچائی، جرأت ودلیری، تہی دستوں، یتیموں اور بیواؤں سے ہمدردی اور شان رحم وکرم اور عفو ودرگزر کو اجاگر کیا ہے۔

سچ ہے تیرے اطوار کا ثانی نہ ملا
اس صدق کا ایثار کا ثانی نہ ملا
ویسے تو ملے لاکھ نقوش تازہ
لیکن ترے کردار کا ثانی نہ ملا

(ستیہ پال اختر رضوانی)

مہر، الفت، وفا، مروت، رحم
خنجر بے نیام احمد کا
حق میں اعداء کے بھی دعائیں دیں
خاص ہے لطف عام احمد کا

(مہندر پرتاپ چاند)

جنگ خندق اور پیکار احد سے ہے عیاں
تیری جرأت اور دلیری اور ترا جود و سخا

(منشی جیالال خستہ دہلوی)

آپ کو جوستاتے رہے ان پر رحمت لٹاتے رہے
اہل مکہ کے ظلم وستم، آپ ہنس کر بھلاتے رہے
آپ نے بخشی سب کی خطا سرور انبیاء مصطفی

(کے کے سنگھ مینک اکبرآبادی)

غیر مسلم شعراء نے واقعہ معراج کو بھی بڑے اچھوتے اور خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت رسالت اور شان بندگی پر استدلال کیا ہے۔ مسدس معراج کا یہ بند ملاحظہ ہو۔

یہ ہے وہ رات کہ جس رات کو جبریل امیں
لے کے پیغام خدا آئے محمد کے قریں
اور اس طرح عرض کی اے خاتم عرفاں کے نگیں
ہے طلب آپ کی دنیا سے سر عرش بریں
اور راتوں سے ہے عظمت میں سوا آج کی رات
ہوگی مشہور دوعالم میں یہ معراج کی رات

(منی لال جوان سندیلوی)

یوں تو دنیا میں بہت سے ہوئے مولا والے
پر تری شان ہی کچھ اور تھی بطحا والے
تجھ کو معراج ہوئی اور وہ غش کھاکے گرے
تاب نظارہ کہاں رکھتے تھے سینا والے

(شنکر سہائے جوہر بلگرامی)

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا ہر مومن صادق امیدوار ومشتاق اور طلبگار ہے۔ گوکہ قرآن وحدیث میں اس کے استحقاق کے آداب وشرائط بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود ایک غیر مسلم جب نعت کہتا ہے تو وہ بھی امیدواران شفاعت کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔

مجھے اے برق کیا غم ہے بھلا روز قیامت کا
شفاعت کے لئے حامی مرے خیر الوری ٹھہرے

(گنج بہاری لال برق)

امید شفاعت پہ جیتا رہا ہوں
مری عمر بھر کی یہی ہے کمائی

(بالمکند عرش ملسیانی)

کوئی رسول ﷺ سے محبت کا دعوی کرے اور آپ کے شہر مدینہ سے اسے محبت نہ ہو، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مسلم شعراء کی طرح غیر مسلم شعراء نے بھی اپنی نعتوں میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے۔

محمد نے فرمائی مکہ سے ہجرت
نمایاں ہے یہ افتخار مدینہ
چلو چل کے بیٹھیں وہیں شیام سندر
کہ ارض وفا ہے دیار مدینہ

(بابو شیام سندر ناصر کاشمیری)

گلزار مدینہ کیا کہنا، بازار مدینہ کیا کہنا
ایمان کا سکہ چلتا ہے ، فردوس کا سودا ہوتا ہے

(کرشن بہاری نور لکھنوی)

غیر مسلم شعراء نے اپنی نعتوں میں رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ سیرت واخلاق کے ساتھ ساتھ آپ کی جاوداں تعلیمات اور انسانیت نواز پیغام کو بھی نمایاں طور پر ذکر کیا ہے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے جو روشن تعلیمات دنیا کو دیں آپ نے ان کو سب سے پہلے اپنی زندگی میں نافذ کرکے دنیا والوں کے لئے عملی نمونہ پیش کیا۔ جوکہ آپ کی عظمت وعالمگیریت کی بڑی دلیل ہے۔

نہ قول وعمل میں کوئی فرق مطلق
پیامی سراسر پیام اللہ اللہ

(بالمکند رعرش ملسیانی)

کہتے تھے آپ جو وہی کرتے تھے خود سدا
اک درس ہے رسول معظم کی زندگی
پیغام ایکتا کا دیا آپ نے ہمیں
الفت سکھاتی ہے شہ عالم کی زندگی

(ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ آتش)

پریم کی بنسی بجائی سید ابرار نے
باپ کی کایا مٹائی سید ابرار نے
شدر پاپی شدھ ہوکر بن گئے بالکل پوتر
وہ مدھر بنسی بجائی سید ابرار نے

(پردیسی جی برہمچاری)

وہ اُمی لقب، ہادی دین برحق
اخوت کا سب کو سبق دینے والا
دلوں میں محبت کا جادو جگا کر
دلوں سے کدورت کا فتنہ نکالا

(شیوشنکر سہائے تصور)

جس نے ہمیں توحید کے اسرار بتائے
اے بحر میں قائل نہ ہوں کیوں ایسے نبی کا

(دیا شنکر بحر موجی)

سبق پاکیزگی کا اور نیکی کا دیا سب کو
بڑا احسان دنیا پر کیا حضرت محمد نے

(برج موہن لال تکو زیبا امرتسری)

جناب محمد شہہ انبیاء تھے — مگر دستگیر امیر و گدا تھے
طلسم عداوت کو حضرت نے توڑا — خلائق میں رشتہ محبت کا جوڑا
یتیموں کے محسن نگہبان تھے وہ — غریبوں پہ سودل سے قربان تھے وہ
گناہوں کے جس وقت طوفاں بپا تھے — وہی کشتی دہر کے ناخدا تھے
کئے صاف پہلے تو دل کاوشوں سے — جلادی پھر اخلاق کی تابشوں سے
بچایا ہر انسان کو لغزشوں سے — رہائی جہاں کو ملی شورشوں سے
ہدایت کا دنیا میں پیغام لائے
وہ شمع تجلائے اسلام لائے

(سرداری لال نشتر میرٹھی)

ان غیر مسلم شعراء کو اس بات کا شدت سے افسوس تھا کہ کاش آج کی دنیا رسول گرامی ﷺ کی روشن تعلیمات اپنائی ہوتی تو آج جو اس کی ناگفتہ بہ حالت ہے وہ نہ ہوتی۔ خاص طور سے قوم مسلم اجنبیت کا شکار نہ ہوتی بلکہ ہر طرف اسلام کا ڈنکا بج رہا ہوتا۔

تیرے اخلاق کو فطرت نے سدھارا ایسا
آدمی پہلے تھا اب ہوگیا انساں احمد
آج اسلام ہی اسلام جہاں میں ہوتا
آپ کے حکم پہ چلتا جو مسلماں احمد

(بلونت سنگھ فیض)

تجھے دل سے جس نے بھلادیا، وہ یہاں کبھی نہ پنپ سکا
کوئی دردوغم میں ہے مبتلا، کوئی بے کسی کا شکار ہے

(دامودر ٹھاکر ذکی)

الغرض غیر مسلم شعراء کی ایک طویل فہرست ہے جنھوں نے بارگاہ رسالت میں عقیدت ومحبت کے خوشنما پھول نچھاور کرتے ہوئے قلم توڑ دیے ہیں لیکن افسوس کہ یہ خوبصورت روایت فرقہ واریت اور مذہبی وفکری تشدد کا جھکڑ اور آندھی میں دن بدن مدھم ہوتی جارہی ہے اور ایک دوسرے کی مذہبی شخصیات واکابر کی شان میں گستاخی کا سلسلہ جاری ہے جو کہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کا پیغام محبت عام کیا جائے۔ اپنے سادہ لوح ہم وطن بھائیوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ، پاکیزہ زندگی، اخلاق کریمانہ اور انسانیت نواز پیغام کو پیش کیا جائے اور بتایا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ کا پیغام انسانیت سب کے لیے ہے تاکہ وطن عزیز میں اخوت وبھائی چارہ اور یک جہتی کی فضا عام ہو۔ چلتے چلتے چند غیر مسلم شعراء کے متفرق اشعار ملاحظہ ہوں۔

تیرے محبوب کی مدح وثنا مقصود ہے مجھ کو
دھلا دے آبِ کوثر سے کوئی یارب زباں میری

(سادھورام آرزو، سہارنپوری)

کیوں وجد آفریں نہ ہواحساس زندگی
گونجا ہے ساز روح پہ نغمہ رسول کا

(گوپال کرشن شفق)

کون ماہ رو ہے یہ دیکھنے کی خواہش میں
ظلمتوں کے عاشق بھی روشنی میں آئے ہیں

(سیلانی سیوتے)

مرے اشعار میں اے آرزو رنگِ عقیدت ہے
بہت کچھ حضرت حسان سے ملتی ہے زباں میری

(سادھورام آرزو، سہارنپوری)

ہزاروں ولی ، پیر و مرشد ہزاروں
ہزار اولیاء اور ہزاروں ہیں رہبر
مگر اک محمد کو میں جانتا ہوں
ہزاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے

(شمشیر سنگھ شیر)

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

تلاوت قرآن کریم

مولانا عبدالسبحان میمن سلفی

اللہ رب العالمین ہر دور اور ہر زمانے میں انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اپنے احکام اور رہنما نازل فرماتا رہا تا کہ انسان صراط مستقیم پر گامزن رہے اور اپنی اخروی زندگی کو کامیاب وبامراد کرنے میں سرگرم اور ہمہ وقت کوشاں رہے اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے پہلے بھی کئی کتب نازل فرمائیں۔

گوان میں بھی انسانوں کی ہدایت کے لیے احکامات درج تھے۔لیکن ان کتب کے اندر خود انسانوں نے ترمیم وتنسیخ کر کے نیست ونابود کرڈالا۔جس کا نتیجہ صرف اور صرف ان کی ضلالت وگمراہی ٹھہرا۔

مگر ڈر تھا کہ کہیں قرآن عظیم کے ساتھ بھی یہ برتاؤ نہ ہوجائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اس کی ذمہ داری لے لی۔چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ'' (الحجر:۹) بے شک یہ قرآن پاک ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے!اللہ عزوجل اپنے احکامات میں تغیر نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کو نازل ہوئے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا۔لیکن آج تک قرآن کریم ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔

گومخالفین نے ترمیم وتنسیخ کی بہت کوششیں کیں مگر وہ ناکام رہے قرآن کریم انسانوں کے لیے ایک مکمل دستور حیات ہے۔دنیا میں آنے والی تمام آسمانی کتابوں سے کہیں زیادہ اس کتاب ''قرآن'' سے انسانوں نے اپنی زندگیوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے۔یقیناً یہ قرآن شریف کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔مگر دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لیے۔

ترتیل کا حکم: جب قرآن حمید کا دنیا کی تمام کتابوں اور صحیفوں میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس کا پڑھنے والا بلند مرتبہ پر ہے تو یقیناً اس کتاب کے پڑھنے اور سمجھنے کا طریقہ بھی دنیا کے تمام علوم وفنون سے مختلف ہوگا۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''ان اللہ یحب ان یقرء القرآن کما انزل''(ابن خزیمہ) یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کا پڑھنا اسی طرح پسند کرتا ہے کہ جس طرح اس نے نازل فرمایا''۔علامہ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

قرآن شریف کا یہ حق ہے کہ اس کو ترتیل سے پڑھا جائے۔اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو ترتیل کے ساتھ قرآن کا پڑھنا پسند ہے اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا:''وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا'' (المزمل:۴)

رب العالمین نے جس بات کا حکم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کر دکھایا اور دنیا کے لیے ایک بہترین نمونہ بھی پیش کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن عزیز کو ترتیل سے پڑھتے تھے چاہے وہ نماز فرض کی قرأت ہو یا اس کے علاوہ کی قرأت ہو!

صحابی رسول حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قرآن شریف کو اپنی اچھی آواز یعنی ترتیل وخوش آوازی کے ساتھ پڑھو۔کیونکہ بہترین آواز قرآن کا حسن زیادہ کرتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے فرمایا کرتے تھے کہ بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے کی بہ نسبت صرف ایک ہی سورہ کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

ہندوستان کے معروف قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی لکھتے ہیں کہ بموجب آیت شریفہ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا سے جب قرآن پڑھا جائے تو قاری کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا واجب اور موجب ثواب ہے۔

اسی طرح قاری محبّ الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق قرآن کریم کو پڑھنا لازم وضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرآن خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں لیکن اگر کوئی قرآن ترتیل سے پڑھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو ترتیل حاصل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔(بحوالہ صحیح بخاری)

قرون اولیٰ میں قرآن پاک کو ترتیل سے پڑھنے پڑھانے کا بڑا رواج تھا اور صحابہ کرام کی ساری توجہات قرآنی تعلیمات پر صرف ہوا کرتی تھیں۔اگر کوئی شخص بغیر ترتیل کے اس کتاب مبین کی تلاوت کرتا تو اولاً اسے سکھایا جاتا اور پھر دوسروں کو بتانے اور سکھانے کی ترغیب دی جاتی۔صحابہ کرام وتابعین عظام کے زمانے میں قرآن مقدس کو جو بھی حسن صورت اور ترتیل کے ساتھ پڑھتا تو اس کو بڑی اہمیت و وقعت حاصل ہوتی تھی۔

حضرت علقمہؒ نے ایک شخص کو حسن صورت کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت کرتے دیکھا تو فرمایا لوگو یقیناً اس شخص نے قرآن کو ترتیل کے ساتھ اور حسن صورت کے ساتھ پڑھا ہے۔لہٰذا میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں۔

خوش الحانی:

خوش الحانی ایک قدرتی عطیہ ہے جس سے کسی کسی کو نوازا جاتا ہے۔لیکن جو آواز ہمیں منجانب اللہ عطا کی گئی ہے تو ہمیں اسی میں ترتیل بوقت تلاوت قرآن کرنا

چاہئے۔جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص میرے کامل طریقہ پر چلنے والا نہیں ہے کہ جو قرآن عظیم کو دلجمعی کے ساتھ خوش آوازی سے نہ پڑھے۔(بخاری)

مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کو خوش گلوئی اور بہترین لہجہ میں ہر امتی پڑھے بشرطیکہ حروف وحرکات، مد، تشدید اور اسی طرح اور کسی چیزوں میں تغیر پیدا نہ ہو اور نہ ہی راگ کے طور پر ہو۔

جو شخص راگ سے قرآن شریف کو پڑھے گا تو وہ فعل حرام کا مرتکب ہوگا راگ سے پڑھنا غلط ہے اس سے ہر قاری کو اجتناب کرنا چاہئے بعض مساجد میں اماموں کی حالت عجیب ہے وہ جیسا چاہتے ہیں قرآن کو توڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔نہ ترتیل کا لحاظ ہے نہ تجوید کا خیال ہے اور نہ خوش الحانی سے پڑھنے کی کوشش۔جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً فرمایا اور فضیلت بھی بتائی کہ قرآن پاک کو بہتر عمدہ طریقہ سے اس کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھ کر پڑھا جائے۔

اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کو عمدہ طریقے سے پڑھتے تھے یعنی حسن صوت ترتیل وغیرہ سے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"زینوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا "(نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، حاکم) یعنی اپنی عمدہ آوازوں سے قرآن پاک کو زینت دو کیونکہ عمدہ آواز قرآن پاک کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ایک دوسری حدیث میں وارد ہے۔"لکل شئی حلیة وحلیة القرآن حسن الصوت "(ابن حبان) ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے اور قرآن کریم کا زیور خوش آوازی ہے۔غرض قرآن مقدس کو عمدہ آواز اور ترتیل کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا عین سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن ترتیل کے ساتھ کرتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورتیں ختم ہوتی تھیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبیؐ کی قرأت کیسی ہوتی تھی تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کی قرأت درازی کے ساتھ ہوتی تھی۔پھر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔پڑھ کر بتایا کہ آپ ﷺ اسی طرح بسم اللہ کو دراز کرتے تھے۔یعنی بسم اللہ میں اللہ کے الف کو مقصورہ کے بعد دراز کرتے اور رحمان ورحیم کو بھی درازیت کے ساتھ پڑھ کر بتایا۔(متفق علیہ)

ترتیل کیا ھے : ترتیل کے معنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے ہیں اور مجودین کی اصطلاح میں حروف قرآنیہ کو تجوید کے ساتھ ادا کرنا اور قرآن میں ٹھہرنے کی جگہ کو پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں۔ترتیل کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔"الترتیل هو تجوید الحروف و معرفة الوقوف "یعنی حروف کو بنا سنوار کر پڑھنا اور معرفتِ وقوف کو ترتیل کہتے ہیں۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً کے متعلق بیان ہے کہ قرآن پاک روشن اور ظاہر کر کے پڑھو۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں اور شروح میں متعدد چیزوں کی رعایت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کو کہتے ہیں۔

تجوید کیا ھے : تجوید کے لغوی معنی عمدہ اور اچھا کرنے کے آتے ہیں اسی سے متعلق علامہ جذریؒ فرماتے ہیں۔

وهو اعطاء الحروف حقها
من صفة لها ومستحقها
مكملاً من غير ما تكلف
باللطف في النطق بلا تعسف

اور تجوید یہ ہے کہ حروف کو ان کا پورا حق دیا جائے۔ان کی صفات لازمہ وعارضہ سے حروف کو ادا کیا جائے اور ان کے مخارج کا خیال رکھا جائے۔افراط وتفریط سے بچا جائے، اعتدال وتوازن کو قائم رکھا جائے، تکلف وتصنع اور بناوٹ سے پرہیز کیا جائے۔لطیف پیرائے میں ادا کیا جائے اور ادائیگی میں تعسف وانقباض اور تنگی نہ ہو بلکہ روانی ہو۔

حروف کے اندر بہت سی صفات ہوتی ہیں مثلاً موٹا، ہونا باریک ہونا، طویل کر کے پڑھنا، سنبھل کر پڑھنا، کہیں ٹھہرنا تو کہیں ملا کر پڑھنا، غرض ہر حرف میں جدا جدا صفات ہوتی ہیں جسے صفات لازمہ کہتے ہیں اور کچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جو کسی سبب سے پیدا ہو جاتی ہیں تو انہیں صفاتِ عارضہ کہتے ہیں۔

حروف کو بڑھانے اور بے جا کھینچ تان سے ہر قاری کو احتراز کرنا چاہئے ورنہ تجوید کا حق ادا نہ ہوگا مخارج حروف کے نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں تجوید کے متعلق امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

علم التجوید فرض کفاية وتجويد القرآن فرض عين:

تعلیم تجوید فرض کفایہ ہے چند افراد کے حاصل کرنے سے یہ فرض سبھی سے اتر جائے گا لیکن قرآن شریف کو تجوید کے ساتھ پڑھنا سبھی پر فرض عین ہے۔قرآن پاک چونکہ ترتیل سے پڑھنا واجب ہے اس لیے تجوید وترتیل کا منکر سخت گنہگار ہے اور قرآن پاک کو غلط پڑھ کر دوہرے گناہ کا مرتکب ہے۔قرآن کریم کو ترتیل وتجوید سے نہ پڑھنے میں بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں اور کبھی کبھی تو صرف ایک گناہ کئی گناہوں کا موجب بن جاتا ہے۔علم تجوید کے بغیر قرآن پاک پڑھیں تو یقیناً غلط پڑھا جائے گا۔بغیر تجوید کے قرآن مقدس کو صحیح پڑھنا ناممکن ہے۔بغیر تجوید کے قرآن پاک پڑھنے والا اغلاط کثیرہ کا شکار ہوا ہے۔حتیٰ کہ کہیں کہیں کفریہ الفاظ بھی ادا ہو جاتے ہیں جو باعث گناہ ہیں۔معلوم ہوا کہ حسن صوت، ترتیل وتجوید کی بہت ہی اہمیت ہے اس لیے قرآن پاک ترتیل وتجوید سے پڑھنے کی اشد ضرورت ہے۔

☆☆☆

بن بلائے مہمان یا وبال جان؟

ابو مصلح الکریمی

کورونا، اور کیا پتا آپ کو کہ کیا ہے کورونا؟ دراصل کورونا کا ورود غیر مسعود سرزمین چین سے چہاردانگ عالم میں ہوا تھا۔ دنیا کی اکثر قومیں چینیوں کے مقابلے دنیاداری میں قدرے کاہل واقع ہوئی ہیں۔ خصوصا ہمارے ملک میں جب کرونا آدھمکا تو مجھے خیال آنے لگا کہ کورونا وائرس جو خالص چینی پروڈکٹ ہے وہ ہم ہندوستانیوں کے لئے کوئی خاص تحفہ بشکل ڈائیلاگ اس دوستی کے عوض میں ہے جو مدتوں بعد ہمارے وزیر اعظم کی پیہم، مخلصانہ اور رحم دلانہ (اور بقول بعض ملتجیانہ) کوششوں کے صلہ میں آیا ہے۔ کیونکہ چینی محنت کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ہمارے ملک میں کوئی ایجادواختراع ابھی غور وفکر اور سوچ وچار کے مرحلہ میں بھی نہیں آتی کہ وہاں اس کی بھرمار ہوجاتی ہے اور ساری دنیا میں پہنچادی جاتی ہے۔ بقول لالو پرساد یادو جی ''چائنا ہمرا دیش میں آپن مال اتنا ڈھیل دے لے با کہ بیوپار وصنعت کا رسب لوگ بے کار پڑل با''۔ چائنیز مال ہمارے ملک میں اتنا ٹھیل دیا گیا ہے کہ بہت سے بیوپار اور صنعت کار بیکار پڑ گئے ہیں، دست کار وکارخانہ دار بھوکوں مر رہے ہیں اور بہتیرے موت کی کگار پر کھڑے ہیں۔ ایسے میں چین رحم کھا کر اور نئی نئی دوستی نبھا کر کورونا ہم ہندوستانیوں کو ازراہ دوستی وخیر خواہی تلقین کرونا، کرونا کی کر رہا ہے تو یقین کرنے اور غور سے سننے اور اپنانے میں کیا حرج ہے؟! ویسے بھی لفظ کرونا چینیوں کے لہجہ میں کورونا ہوجائے تو کیا مستبعد ہے۔!! آخر وہ بھی تو بنگلہ دیش اور بنگالیوں سے بہت مانوس ہیں۔ ہمارے بنگالی بھائی کسی کام کو کرنے کے لئے کرونا کہتے ہیں تو بنگالی لہجے میں وہ کورونا ہوہی جاتا ہے، خصوصا جب وہ ناراضگی، غصہ، جلد بازی اور عجلت میں کوئی کام کرنے کو کہتے ہیں تو صدفی صد اور یقینی طور پر لفظ کرونا، کورونا ہوہی جاتا ہے گویا چینی بھائی ہم ہندوستانیوں اور سارے دنیا والوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ ہماری طرح تم بھی محنت ''کرونا''۔ یہ بات بھی کوئی سنی سنائی اور لگائی بجھائی کی بنیاد پر نہیں ہے۔ بلکہ علم وتجربہ کی بنیاد پر کہی جارہی ہے کہ کورونا دراصل کرونا کا ہی بدلا ہوا لہجہ ہے خصوصا جامع تالا بندی اور لاک ڈاون نے تو حق الیقین دلانے لگا کہ کورونا کرونا ہی ہے۔ علم وتجربہ کی بات بھی کسی اور کی نہیں بلکہ سگی اپنی ہے اور صرف قیاسی نہیں بلکہ سماعی ہے اور مشاہدے اور سماعت سے ہو بہو ٹکراتی ہوئی کورونا بمعنی کرونا کی ہے دراصل بند کرونا نصاً ومعناً اہل زبان سے آئی ہے۔ واقعتاً یہ کوئی لطیفہ وچٹکلہ نہیں ہے لیکن بے حد پر لطف ولطیف ضرور ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ چند سالوں پہلے خاتون بل پر سیاسی وسماجی حلقوں میں کافی ہلچل تھی اور ورشٹھ نیتا، بڑے بڑے لیڈر اور اہم اہم دینی وملی اور علمی وسماجی شخصیات اس بل کے خلاف آواز بلند کر رہی تھیں یا سیاست کھیل رہی تھیں، اللہ جانے۔ چنانچہ ہم ملی تنظیموں کے لوگ ان سب رہنماؤں اور سورماؤں کے ساتھ لگ گئے اور ہر پارٹی کے پارٹی لیڈر کے بنگلوں اور چیمبروں کے چکر لگانے لگے۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ مسلم رہنماؤں کی خاصی تعداد تھی بلکہ ایک عظیم قافلہ تھا جو بھرا پورا کنبہ کا سا سماں پیش کر رہا تھا اور سیاسی لوگوں میں سے دو دگج نیتا ایک تو خود نیتاجی ملائم سنگھ ہی تھے اور دوسرے بھاری بھرکم لالوجی جیسے نڈر وبے باک نیتا بھی پیش پیش تھے۔ اگر حافظہ خطا نہیں کر رہا ہے اور یادداشت ٹھیک ٹھیک کام کر رہی ہے تو عرض کروں کہ کچھ سماجی ودینی رہنما اور دانشوران پر مشتمل طبقہ ایک وفد کی شکل میں بنگال کی دی دی ممتا جی سے ان کے پارلیامنٹ چیمبر میں بھی ملنے گیا۔ انہوں نے وفد کا بڑا پرتپاک استقبال کیا، سواگتم کہا، بہت سواگت کیا اور اندر بٹھایا۔ وہاں پہلے سے کون لوگ موجود تھے پتہ نہیں، ان کو دی دی نے دروازہ بند کرنے کی تاکید کی کہ مبادا کوئی ڈسٹرب نہ کردے۔ بات شروع ہوئی ہی تھی کہ کچھ لوگ آدھمکے۔ اب جوان کا پارہ گرم ہوا تو سخت ناراضگی میں وہ یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں کہ: ''کورونا جی، درواجہ بند کورونا جی'' اور جھٹ سے لپک کر دروازہ خود بند کردیا۔ وہیں سے مجھے کورونا بمعنی کرونا بلکہ بند کرونا کا یقین ہوگیا، یعنی جب لفظ کورونا استعمال ہوگا تو کلمہ بند ایٹومیٹک زبان پر آجائے گا، خصوصا جب اس کا اقتران لفظ وائرس سے ہوجائے اور مخاطب اپنے آپ کو لاک ڈاون نہ کرلے تو ڈنڈا کھائے گا۔ یہ تو اب احساس ہو رہا ہے کہ دی دی نے اسی وقت بند کورونا کہہ کر کیوں اس کی اہمیت اور گمبھیرتا کو چیتا دیا تھا لیکن سوجھتا کس کو ہے؟ آگے کی باتیں موضوع سے خارج ہیں۔ پھر بھی اتنا عرض ہے کہ کورونا کو بند کرنے کے بعد دی دی جی کچھ دیر اطمینان کے ساتھ وفد کے ساتھ محو گفتگو رہیں اور بل میں خواتین کے حقوق دینے کی قلعی کھلتی رہی اور حقوق کے نام پر سیاسی کھیل کا راز کھلتا چلا گیا۔ ویسے اس وقت مہاماری کورونا، تالابندی اور ایمرجنسی جیسی صورت حال میں لفظ کورونا ہمارا موضوع بحث ہے ہی نہیں کیونکہ ویسے بھی ہم اس کو سمجھنے میں کافی دیر کر چکے ہیں۔ اب مزید لفظی بحث میں پڑنا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

لہٰذا، لفظ کورونا یا کووڈ-۱۹ موضوع بحث سے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ

بحث چھڑ گئی تو اس کے اصول وفروع، شعوب وقبائل، بطون وافخاذ، آباء واجداد اور اولاد و ذریات کی بات دور تلک جائے گی اور اس کے لئے مقالچہ ہی نہیں مقالہ بھی نا کافی ہوگا۔ کیونکہ اس کی لغوی واصطلاحی تعریفات وتحقیقات میں بات نکلتی چلی جائے گی پھر اس کے وضع کرنے والے اور موجد کا نام ونسب اور حقیقی وضعی تعریف اور وجہ تسمیہ وغیرہ ہوسکتا ہے۔ بڑے بڑے داخلی وخارجی چھپے رستم ہی نہیں اور بہت سے صنعت کا روکاروباری پردے کے آگے پیچھے ہوں اور سیاق وسباق سے سب کا بھرم جو قائم ہے کھل جائے۔ ویسے بھی چین تن تنہا ان ایجادات ومصنوعات کے لئے کافی ہے۔ اب تک کی تاریخ میں وہ ڈبلی کیٹ اور نقلی مال ہی برآمد کرتا رہا ہے، یہی ایک اصلی مال ہے جس میں اس نے اپنے گناہوں کا کفارہ اور تلافی مافات کردیا ہے اور سارے عالم کو اپنے اور بیجنل مال سے مالا مال (بدحال)، اور نہال (نڈھال اور کنگال) کردیا ہے۔ اس لئے اس کا خاص چرچا ملکی وبین الاقوامی سطح پر ہو تو چنداں باعث حیرت نہیں ہونی چاہئے بلکہ ایوارڈ سے سرفراز کیا جاسکے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ سپر پاور بننے کے غم میں ہلکان ہو رہا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اس عالمی چمپئن کورونا وائرس کا موجد وتخلیق کار ہے، اگر اس میں کسی کو کچھ تامل ہو تو اس بات پر تو چمپئن شپ سے اسے محروم کیا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ ایک تو اس وائرس کا وہ موجد ٹھہرا اور اس نے جلد ہی اس پر قابو بھی پالیا اور اندر اندر دوا بھی بنا ڈالی جبکہ دیگر سپر پاور حتی کہ خدا بیزار اور مادہ پرست امریکہ اب تک جھک مار مار کر تھک چکا ہے اور ہمارے سامنے اکڑفوں کرنے والا اب ہم سے دوا کی بھیک مانگ رہا ہے۔ ہماری پرمپرا رہی ہے کہ ضرورت مندوں اور بھیک منگوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے، گرچہ ہم خود ہی اس کے سخت محتاج ہوں، اور ہماری بھی جان پر آن پڑی ہو۔ ویسے بھی بیماری میں ڈاکٹر اور عطار دوست دشمن نہیں دیکھتے اور دیکھنا بھی نہیں چاہئے۔ چاہے وہ مریض اور دوا کا طالب امریکہ جیسا دوستوں کو چونا لگانے والا اور اپنوں کو ٹھکانے لگانے والا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن بدقسمتی سے یہ بات سننے میں آرہی ہے، جس پر دل یقین کرنے کو تیار نہیں کہ اس کورونا وائرس کے ساتھ کچھ دیگر وبائیں بھی ہمارے ملک میں درآئی ہیں اور اس اعتبار واعتماد کو بھی بڑا دھچکا لگا ہے کہ ہمارے ملک کے کچھ ڈاکٹر اور معالجین بھی مریضوں میں ذات پات اور دین ودھرم کے نام پر تفریق وامتیاز برتنے لگے ہیں اور اس مقدس پیشے کو بدنام کررہے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ خبر صحیح نا ہو، کیونکہ ڈاکٹر اور طبیب بھید بھاؤ، ذات پات اور چھوت چھات جانتے ہی نہیں اور جس نے جانا وہ کسی اور ہی جگ کا کردار وپیداوار ہوگا اور وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق ہوگا یا کورونا وائرس کے ساتھ کالے گورے کا فرق کرنے والا مرض بھی ساتھ ہی لایا ہوگا۔ ایسا شخص ڈاکٹر، معالج اور طبیب تو ہرگز نہیں ہوسکتا اور اسی طرح ڈاکٹروں، نرسوں اور طبیبوں پر حملہ کرنے والے بھی انسانیت پر یقین رکھنے والے اور دین ودھرم کے ماننے والے نہیں ہوسکتے۔ اللہ جل شانہ اس طرح کے حادثات وواقعات سے ملک وملت اور انسانیت کو مامون ومحفوظ فرمائے اور ہماری سنسکرتی وثقافت اور دین وفطرت کو قائم ودائم رکھے۔

آمدم برسر مطلب اب تک کی گفتگو کا لب لباب یہ ہوا کہ کورونا وائرس کا مطلب ہوا بند کرونا۔ کیونکہ یہی تو ہے جس نے سب کو یہ پکارنے پر مجبور کردیا کہ بھئی کرونا، کچھ تو کرونا، دعا کرونا، استغفار کرونا، اپنے آپ پر کنٹرول کرونا، گھروں کو بند کرونا، اسکولوں کو بند کرونا، صنعت وحرفت اور دینی ودھارمک اداروں کو بھی بند کرونا، سب کچھ لاک ڈاون کرونا حتی کہ عبادت گاہوں، مساجد، منادر، معابد سب کو بند کرونا، کیونکہ یہ گھاتک کورونا سب کے لئے مہلک وضرر رساں ہے۔ ذات پات، بھید بھاؤ، دین دھرم، اونچ نیچ، چھوٹا بڑا، دیش بدیش، دوست دشمن، وہ کسی کو نہیں بخشتا، وہ ریلیجن، ریجن اور ریلیشن کچھ نہیں پہچانتا، نیک وبد میں بھی ذرہ برابر تفریق نہیں کرتا، نہ بڑوں کا احترام جانتا ہے، نہ خردوں پر رحم کرتا ہے۔ اس کو پاور ہی ایسا ملا ہوا ہے کہ بلا پرمٹ اور بلا ویزا حتی کہ بلا امیگریشن جہاں چاہے بلا روک ٹوک جادھمکتا ہے اور دھڑلے سے کسی بھی ملک وشہر میں گھس جاتا ہے۔ ڈپلومیسین اور بڑے بڑے دھرم گرو وشوگرو سے بھی اس کا بھاؤ تاؤ زیادہ ہے، اس لئے وہ بلا روک ٹوک ہر جا وہر ملک دندناتا پھر رہا ہے۔ کیا مجال کہ امریکہ بھی اس سے آنکھ ملانے کی جرأت کرسکے اس نے اسے بھی دھول چٹادی۔ اس نے باوجود کہ ہمارے دیش کے ساتھ بارہا کھلواڑ کرنے اور اسے خرخشوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ اس کورونا کا اعجاز ہے کہ اس کو بھی ہمارے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کردیا ہے اور بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ جنگ عظیم اول اور دوم بھی اپنی ہولناکی اور توسع پسندی اور پھیلاؤ میں 36 ملکوں میں سمٹ کر رہ گیا تھا مگر کورونا صاحب کا حال یہ ہے کہ اس کے پھیلاؤ اور آؤ بھاؤ تاؤ نے دنیا کے 205 سے زیادہ ملکوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھا لیا ہے اور قبضہ جما لیا ہے۔ بقیہ جو ہیں وہ لرزہ براندام ہیں کیونکہ وہ عالم کا حال زار دیکھ چکے ہیں۔ چین وایران، روم وفرانس اور امریکہ وغیرہ تو اس کا استقبال اور اس کے سامنے سیلوٹ بجانے پر مجبور محض ہیں اور وہ بڑی ڈھٹائی سے کہہ رہا ہے کہ مان نہ مان، میں تیرا مہمان۔ مہمان بھی ایسا کہ میزبانوں کو گھروں میں بند کردے اور خود چاروں طرف دندناتا پھرے اور جو دوسرا کوئی حرکت کرے تو اسے دبوچ لے اور اس کے سات پشتوں کو بھی نہ چھوڑے۔ أنا ولا غیری (میں ہی میں ہوں، میرے علاوہ کوئی نہیں) کا نعرہ مستانہ ہے۔

الغرض ایسے بن بلائے مہمان، بلائے ناگہان اور وبال جان کی خاطر داری کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنا دروازہ بند کردیں۔ اس کی چیخ وپکار اور اصرار پر کان ہی نہ دھریں۔ لاکھ دستک دیتا رہ جائے، آپ دروازہ نہ کھولیں۔ آپ مومن صادق ہیں،

مہمانوازی آپ کے ایمان کی علامت ہے۔مسجد میں جانا چھوڑ دیا کہ وہاں سے یہ مہمان بلکہ وبال جان، جان پرنہ آن پڑے۔ویسے ہمارا ایمان ہے کہ ہرطرح کے مہمانوں کی تکریم کریں اوران کے لئے اہتمام واحترام کا سامان کرکے اللہ اور یوم آخرت پرایمان کا ثبوت دیں۔

لہذا، سب مجبور ہیں کہ اپنی حویلی اوراپنے گھرمیں تالا چڑھادیں اورلاک ڈاؤن کریں، مبادا وہ پلک جھپکتے اورادنی سستی کرتے آدھمکے، اس کے لئے اس نے مختلف روپ دھار لئے ہیں اورعجیب عجیب شکل میں اور بھانت بھانت کے لوگوں کے بھیس اورآڑ میں بڑے آرام سے آکر براجمان ہوجاتا ہےاورچپی سادھے اندرہی اندراپنا کام تمام کرتا رہتا ہے تاآنکہ آپ کوکیفرکردار تک پہنچادے۔وہ اس وقت اپنی خبردیتا ہے جب گھرپراپنا قبضہ جماکرآپ کوبے بس کردینے کا کام انجام دے لیتا ہے۔وہ کس قدر بزدل مگرقوی اورغیرمرئی مگرمرعوب کردینے والا ہے۔!

آپ صاف صفائی کے پہلے سے بھی خوگرہیں۔آپ پرسونے، جاگنے، عبادت کرنے غرضیکہ ہرحال میں صفائی وپاکی حاصل کرتے رہنافرض ہے۔پانچ سات مرتبہ توایسے ہی اہتمام سے ان تمام اعضاء وجوارح کا دھونا فرض ہے جوکسی بھی طور پر کھلے رہتے ہیں یا آپ کے جسم وجان کے اندرسرایت کرجانے کے لئے راستہ ہیں۔آپ ان کونوں، زاویوں اورسوراخوں کی صفائی لازم وفرض سمجھ کرکرتے ہی رہتے ہیں۔پاک مٹی جوجراثیم کش ہے وہ اوراس جیسا صابون وسینیٹائزروغیرہ تو آپ کی صفائی کے لئے پرانے فارمولے فرائض وشرائط میں سے ہیں۔اسے دل وجان سے اپنایئے۔باہر نکلنے پرذرہ برابرگندگی لگتے ہی بدن ولباس دھلنے لگتے ہیں۔اس لیے اس غیرحسی گندگی کورونا جوناگزیرحالات میں باہرجانے پرمبادا لگ نہ گیا ہوکوفوراً دھل ڈالئے۔دیکھئے جسمانی طور پرآپ کوکوئی بیماری وگندگی نہ لگ جائے اورصاف ستھرا اورصحت مندرہنے کے لئے ڈھیرساری تعلیمات آپ کے دین ودھرم میں ہیں مگرروحانی طور پرآپ کوکوئی روگ نہ لگے اور بالکل مریض قلب وجگرنہ ٹھہرجائیں، اس کے لئے بھی بڑے جتن کئے گئے ہیں بلکہ آپ کے یہاں روح کی صفائی معنوی ستھرائی سے بھی کہیں زیادہ اہم ہے۔اگروہ روگ لگ گیا کسی کوتو پھرخسرالدنیا والآخرۃ متعین ہے۔اس لئے اس معنوی ان دیکھے روگ سے بچنے کے لئے روحانی علاج پرسختی سے کاربند ہوجایئے۔جانتے ہیں وہ روحانی صفائی کیا ہے؟ وہی دراصل کامیابی کی ضمانت، شفایابی کا نسخہ، روگ کو بھگانے اوراپنے درپرنہ بھٹکنے دینے کا ذریعہ ہے۔اس میں نمازوں کی پابندی، اللہ تعالی کی طرف رجوع وانابت، توبہ واستغفار، دعا وپکار، آہ وزاری، تلاوت کلام پاک، تہجد و چاشت، نوافل وسنن، اوراد واذکار، صدقہ وخیرات، مظلوموں کی دادرسی، ضرورت مندوں کی خبرگیری، مسافروں کی مدد و رہنمائی، بھوکوں کی شکم سیری، بیماروں کی تیمارداری، بیواؤں یتیموں، فقیروں، غریبوں، بےکسوں اورلاچاروں کی کفالت ونگہبانی یہ وہ روحانی نسخے ہیں جن سے ڈھیرسارے امراض بھاگتے ہیں۔خصوصاً دعا وصدقہ تو ان زہرآلود فضاؤں اور بلاؤں میں کلونجی وتریاق اورنسخہ کیمیا ہیں اورصحت وبچاؤ کی وہ تمام تعلیمات وقوانین جوشریعت، حکومت اورانتظامیہ نے بتائے ہیں وہ احتیاطی اور وقائی تدابیراس طرح کے امراض اوراس کے اثرات مادی واقتصادی اورجانی وجسمانی سے بچاؤ کے ذرائع ہیں، اسے اورسختی اورمضبوطی سے اپنایئے اوراس لاک ڈاؤن کے عالم میں استغفار کرونا، دعا کرونا، تلاوت کرونا، صدقہ کرونا، وضوکرونا، گھربند کرونا، فتنوں کا دروازہ بند کرونا، مسائل کھڑا کرنا بند کرونا، نفرت وعداوت اور عصبیت بند کرونا، پروپیگنڈہ اورلڑائی بھڑائی بند کرونا کی صداپرعملاً کاربند ہوجایئے۔

عزیزواور پیارے بھائیو!

مذکورہ تمام جتن اور اپائے اور جدوجہد و احتیاط کے باوجود اگر ایسا منحوس مہمان (حالانکہ مہمان برکت ہی برکت ہوتا ہے۔منحوس کبھی ہرگز نہیں ہوتا) اگرآدھمکے تو اس کا استقبال مندرجہ بالا حدیث پاک وارشادات عالیہ کی روشنی میں دنیا وآخرت میں ایمان کی حفاظت، خیرکی ضمانت، بےنظیراجروثواب والی شہادت سمجھ کرکریں۔کیونکہ جہاں پہ وبا پھیلی تھی وہاں آپ گئے نہیں کہ اس کے وسوسے میں پڑتے اورایسی وباء اورموذی بیماری جہاں تھی وہاں سے نکلے نہیں کہ دوسروں کوبھی مبتلائے رنج ومحن اورگرفتار مرض کرتے بلکہ صبرواجر کی نیت سے قضاءرب پرراضی برضا رہے اوراپنے کوقرنطینہ کرلیا۔نہ خودنقصان اٹھائے، نہ دوسروں کوضرر پہنچائے کےفرمان نبوی حدیث طاعون پرقانع وعامل رہے۔اور اب مزید سختی سے ارشاد عالی وفرمان نبوی کی روشنی میں کورنٹائن ہوجائیں اورخودبچیں اور دوسروں کوبھی بچائیں، آخرت میں اجروثواب پائیں اوردنیامیں اپنا فرض نبھائیں۔

ظاہر ہے اس طرح آدھمکنے والوں اورگھس پیٹھیوں سے جوتکلیف ہوتی ہے وہ ناقابل بیان ہوتی ہے اوراس کے نقصانات بھی بہت زیادہ بھیانک اوراثرات کے حساب سے بہت مہلک ہوتے ہیں اورکورونا وائرس کودنیا میں اللہ کا ایک عذاب وتنبیہ اورمصیبت ورحمت ہی سے تعبیرکیا جاتا ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ مومن صادق کے لئے کوئی ایسی سختی وتنگی نہیں ہے جس کے ساتھ نرمی، کشادگی اوررحمت نہیں ہے بلکہ ایک سختی ومشکل کے ساتھ دودوآسانی وکشادگی توکم ازکم ہے ورنہ اس کے اثرات جتنے ہوئے اورہورہے ہیں، اس سے کئی گنا زیادہ اس کے اچھے اثرات منظرعام پرآنے کے مواقع اورتوقعات ہیں۔واللہ غالب علی أمرہ ولکن أکثر الناس لا یعلمون۔

☆☆☆

نفاق سے بچو

محمد عمران محمد یوسف

''نفق'' کے بنیادی معنی جس سے یہ لفظ ''نفاق'' نکلا ہے، گذر کر پار ہو جانے کے ہیں۔ پھر آگے چل کر اس اصل سے جتنے الفاظ نکلتے ہیں، ان سب میں یہ بنیادی معنی قدر مشترک کے طور پر موجود ہے۔ مثلاً ''نافق'' سرنگ کو کہتے ہیں، جس میں ایک طرف داخل ہونے اور دوسری طرف نکلنے کا راستہ ہوتا ہے۔ ''نافقا'' چوہے کے اس بل کو کہتے ہیں جس میں دو سوراخ ہوتے ہیں ایک گھسنے کا دوسرا نکل کر بھاگنے کا۔ پاجامے کا نیفہ ''نیفق'' کہلاتا ہے غرض ان سب چیزوں میں داخل ہو کر گذر جانے اور پھر پار ہو کر باہر نکل جانے کا مفہوم موجود ہے۔ ''نفاق'' کا لفظ بھی اسی برادری کا ایک جزو ہے اور اس کے معنی ہیں۔ الدخول فی الشرع من باب والخروج من باب (مفردات امام راغب) یعنی دین میں ایک دروازے سے داخل ہونا اور دوسرے سے باہر نکل آنا۔

اسلام کے مقابلے دو طاقتیں ہمیشہ سے نبرد آزما چلی آرہی ہیں، ایک ''کفر'' دوسرا ''نفاق'' تاریخ اسلام کے ابتدائی صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ اسلام کی راہ میں جتنی مشکلات کفار نے پیدا کیں، وہ ان موانع کی بہ نسبت کچھ کم نہ تھیں جو منافقین کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی رہینِ منت ہوا کرتی تھیں انہوں نے بارہا مشرکین کو لڑائی پر ابھارا، غزوات میں مسلمانوں کو اپنی فریب کاریوں سے نقصان پہنچایا، رسول اکرم ﷺ کی توہین وتذلیل کی وطن اور حسب ونسب کے جھگڑے برپا کر کے مسلمانوں کی جمعیت پراگندہ کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔ تقسیم غنائم کے مواقع پر کمزور ایمان رکھنے والوں کو رسول اللہ ﷺ سے بدظن کیا، اسلامی نظام کے تندرست پیکر کو تباہ کرنے کی سعی کی، غرض ضرر رسانی کے جتنے طریقے ممکن ہو سکتے تھے ان میں سے کسی کو بھی فتنہ وشیطنت کے علمبرداروں نے باقی نہ اٹھا رکھا۔

دین میں داخل ہونے کے بعد پھر اس سے باہر نکل آنا دو وجھوں سے ہوسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ دین میں داخلہ محض دکھانے کے لئے ہوا ہو، اور دل بدستور کفر وانکار پر جما ہوا ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ داخلہ ہوا تو ہو اسلام سے تعلق خاطر کی بناء پر، لیکن یہ تعلق خاطر اتنا ضعیف ہو کہ دوسرے تعلقات اس پر پوری طرح غالب ہوں۔ پہلی قسم کا نفاق ''نفاق عقیدہ'' اور دوسری قسم کا نفاق ''نفاق عمل'' کہلاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''الفوز الکبیر'' میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

زمانۂ رسالت میں منافق دو طرح کے ہوتے تھے۔ ایک تو وہ لوگ جو زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرتے تھے مگر دل ان کے پوری طرح کفر وجحود پر جمے ہوئے تھے صرف دھوکہ دینے کے لئے ایسا کرتے تھے۔ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء:۱۴۵)

دوسرے وہ لوگ جو دائرۂ اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے مگر ان کے ایمان میں کمزوریاں تھیں۔ نفاق کی اس قسم کو ''نفاقِ عمل'' یا ''نفاق اخلاق'' کہتے ہیں۔

منافقین میں اختلاف درجات کا لحاظ:

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح اخروی انجام کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کے درجات یکساں نہیں ہیں بلکہ ان کے ایمان وعمل کے مراتب کے لحاظ سے انہیں مختلف مدارج عطا کئے جائیں گے، جس طرح جس منافق کے اندر نفاق اپنی پوری شدت کے ساتھ کارفرما ہوگا، اسی طرح اس کے عذاب کی کمیت اور کیفیت کچھ اور ہوگی۔ اور جس کے اندر نفاق کی معمولی اور ہلکی خصوصیات ہوں گی، اس کے عذاب کی کمیت اور نوعیت کچھ اور ہوگی۔ جو اعتقادی منافق ہوگا وہ قطعاً سزا میں عملی منافق کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اس تفریق کا ثبوت قرآن کریم سے بھی ملتا ہے مثلاً: وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول اور قرآن کے ساتھ استہزاء کرتے تھے۔ ان کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (التوبہ:۶۶) منافقو! باتیں نہ بناؤ یقیناً تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے کسی ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو دوسرے لوگوں کو ضرور عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں'' اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفاق جو جان بوجھ کر اختیار کیا جائے اس کا مقام اور ہے، اور جو محض جہالت یا لاپروائی یا ضعف نفس کی بناء پر ہو اس کا مقام اور ہے۔

طبقات منافقین: اس نقطۂ نظر سے جب ہم عام منافقین کے حالات وصفات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ لوگ کئی طبقات میں بٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اصولی اور بنیادی طور سے ان کو دو ہی طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک تو وہ ہیں جو اسلام اور کفر دونوں کی حقیقت، دونوں کے نظریات اور دونوں کے حیاتی نصب العین سے بخوبی واقف تھے اور اس واقفیت کے بعد ان کا دل اسلام سے پوری طرح برگشتہ اور کفر و کافرانہ نظریات ہی کا حامل تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان

کے کچھ مصالح تھے جوانہیں مجبور کئے ہوئے تھے کہ اسلام سے اعلانیہ بےتعلقی کا اظہار نہ کریں، بلکہ منافقت کے لباس میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں، یعنی اعتقادی منافقین۔

دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو گو حالت نفاق میں گرفتار تھے، لیکن ان کا باطن اتنا زنگ آلود نہ تھا، جیسا کہ مذکورہ طبقہ کا تھا۔ ان کا نفاق یا تو شرح صدر کی نعمت سے محرومی کا نتیجہ تھا، یا پھر ان کے نفس کی کمزوریوں نے انہیں منافقین کی صف میں کھڑا کر دیا تھا۔

اخروی احکام: آخرت کے لحاظ سے ان دونوں گروہوں کے احکام مختلف ہیں، لہٰذا ان پر غور کیجئے۔

(۱) پہلے طبقے کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ **قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ** (توبہ:۵۳)

اے پیغمبر! ان منافقوں کا کوئی بھی عمل خدا کے حضور میں مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ بظاہر جو کچھ بھی اسلامی طرز کے اعمال کرتے ہیں وہ جذبۂ ایمانی کے تحت نہیں کرتے بلکہ صرف دکھاوے کے لئے کرتے ہیں۔ اور سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا: **حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ** (المائدہ:۵۳) ان منافقوں کے سارے اعمال اکارت ہوگئے ہیں اور وہ سراسر گھاٹے میں رہے۔ پھر اس حبط عمل کا جو نتیجہ ہونا چاہیے وہ محتاج بیان نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (التوبہ:۶۸)

''اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سب سے جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ ان کے لئے بالکل کافی ہے خدا نے ان پر لعنت کردی ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔''

کفار و منافقین دونوں کے لئے نار جہنم کی سزا تو ضرور ہے، لیکن خالق کائنات فرماتا ہے کہ منافقین کا ''مقام'' کافروں سے بھی بہت آگے ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء:۴۵)

''بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔'' یہ عذاب ان کے لئے لازمی ہے اس قضائے مبرم کو کوئی شئی ٹال نہیں سکتی۔

(۲) دوسرے طبقہ کے انجام کے سلسلے میں اللہ رب العزت نے ہمارے سامنے کوئی واضح اور طے شدہ فیصلہ نہیں رکھا ہے، لیکن اتنا تو اس نے کہہ دیا ہے کہ وہ دوزخ کا عذاب ضرور چکھیں گے۔ مثلاً ان ضعفاء کے بارے میں جو ہجرت نہ کرسکے تھے اور کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے معرکہ بدر میں مارے گئے تھے، اس نے فرمادیا ہے کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس سے اتنی بات تو قطعی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اس طبقہ کو بھی دوزخ کی ہولناکیوں سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر وہ توبہ اور اپنی اصلاح احوال کر کے اللہ تعالیٰ کے یہاں حاضر نہ ہوا ہوگا۔

عصر حاضر میں نفاق کا وجود: جب اصولاً یہ بات طے شدہ ہے کہ منافقت آغاز اسلام ہی کی مخصوص بیماری نہیں تھی، بلکہ وہ ہر دور میں پائی جاسکتی ہے۔ تو یقیناً اس کے امکان سے ہمارا زمانہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ تو کیا ہمارے دور میں بھی درحقیقت یہ مہلک مرض موجود ہے؟

اگرچہ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اس پر نگاہ ڈالتے ہوئے بھی ہم گھبراتے ہیں اور چشم پوشی کی ریگ میں سر چھپا کر دل کو یہ سمجھا لیتے ہیں کہ گویا کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ خطرات اور مہالک سے آنکھیں بند کر لینا اپنے ساتھ دوستی نہیں بلکہ دشمنی ہے اور ایک طرح کی خودکشی بھی۔

اس معاشرے میں جھوٹ، بدعہدی، بدزبانی اور خیانت کی وہ گرم بازاری ہے کہ خدا کی پناہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان برائیوں کا ایک سیلاب سا امنڈ آیا ہے، اور اس کے اندر پوری ملت غرق ہوتی جارہی ہے، مسلمان کا نشان امتیاز اس کا حسن اخلاق تھا۔ مگر آج اس کا یہ نشان ماضی کی داستان بن چکا ہے اور دوسری قوموں کے ساتھ وہ نیکیوں میں نہیں بلکہ برائیوں میں مسابقت کر رہا ہے حتیٰ کہ وہ کتنے بھی میدانوں میں بازی لے جاچکا ہے۔

اس معاشرے میں ان مسلمانوں کا قحط ہورہا ہے جو دین کے نام پر زخم کھانے سے گریزاں نہ ہوں۔ بخلاف اس کے دنیا کا ہر تعلق دین کے تقاضوں سے ہمیں زیادہ عزیز ہے۔

اس معاشرے میں دین و تقویٰ کے بجائے بااقتدار کفار و مشرکین کے تقرب کو عزت کا معیار سمجھنے کا ذوق عام ہے۔ اس معاشرے میں ضعف ایمانی کی بیماری ایک سرطان کی طرح اپنے پنجے گاڑے ہوئی ہے۔ جس کے زہریلے اثر سے کسی عضو کے کچھ گوشے تو محفوظ کہے جاسکتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی پورا عضو شاید ممکن ہو، ہرگز ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ ان افراد کو تو چھوڑ یئے جو نماز اور روزے، حج اور زکوٰۃ تک کی کوئی پرواہ نہیں رکھتے۔

ان ''پابند مذہب'' لوگوں کو دیکھئے جن کی ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں ہوتی، جو عشر و زکوٰۃ کا ایک ایک حبہ ادا کرتے ہیں، جن کے روزوں میں رمضان کے سوا نفل روزوں کی بھی ایک بڑی تعداد شامل ہوتی ہے، آپ پائیں گے کہ ان کا ذوق ایمانی عموماً جرأت نا آشنا ہے، ان کے اندر کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن کی کفر کے ماحول میں رہتے ہوئے زندگیاں بیت جاتی ہیں مگر ان کی جبین نیاز پر کبھی شکن تک نمودار ہوئی؟ یعنی وہ اس نظام کے تحت زندگی بسر کرنے پر راضی ہیں جس سے خدا راضی نہیں ہے۔ بھلا بتلایئے یہ منافقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفاق کی جملہ خرابیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی کے
دونوں تاریخی اور عظیم تعمیراتی کاموں کے سلسلہ میں

ایک اور خوشخبری واپیل اور ہر طرح کے تعاون کا انتظار

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے اور چوتھی منزل کی تعمیر کا کام شروع ہو کر رواں دواں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔ مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔ اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں اور سردست وفد کا انتظار نہ کر کے جو کچھ تعاون ہو سکے صدقۂ جاریہ کے طور پر ضرور ارسال فرمائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اعمال حسنہ کو ضائع کردینے والی چیزیں

مولانا محمد شارب محمد شاکر سلفی، مدھوبنی

انسان کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایسے اعمال بجالائے جس سے اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہوتا ہو اور ان تمام افعال بد سے اپنے دامن کو بچائے رکھے جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے۔ان سب کے باوجود انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے جس سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔لیکن ہوشیار اور عقلمند وہ آدمی ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور اور گناہ سرزد ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔وہ اعمال جو انسانوں کے اعمال صالحہ کو برباد کردیتے ہیں ان کا جاننا ہم سبھوں کے لئے ضروری ہے۔ذیل میں ان میں سے چند کی طرف اختصار کے ساتھ رہنمائی کی جاتی ہے۔

۱۔**شرک**:اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر اٹھارہ نبیوں کے اسمائے گرامی ذکر کرنے کے بعد فرمایا:’’وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ‘(الانعام:۸۸)اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہوجاتے ،اسی طرح دوسرے مقام پر نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:’’لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ‘‘(الزمر:۶۵)(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)اگر تو نے بھی شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہوجائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہوجائے گا۔خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے جو کہ شرک سے پاک تھے اور محفوظ بھی، کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ ہر پیغمبر اللہ کی حفاظت وعصمت میں ہوتا ہے ان سے ارتکاب شرک کا کوئی امکان ہی نہیں تھا، دراصل امتوں کو شرک کی خطرناکی اور ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنا ہے، جب انبیائے کرام کو شرک کی وجہ سے اعمال حسنہ کے ضائع ہوجانے کی تنبیہ کی جارہی ہے تو مسلمانوں کے اس طبقے کے عملوں کا کیا حشر ہوگا جو ہمیشہ مشرکانہ اعمال کے ساتھ نیک اعمال کو انجام دیتے ہیں؟

۲۔**ریا و نمود**:اگر نیک عمل کرنے سے انسان کا مقصد دنیا حاصل کرنا ہو یا پھر کسی کی رضا جوئی چاہتا ہو یا کسی کو دکھانے کے لئے نیک عمل انجام دیتا ہو تو ایسی صورت میں بھی نیکیاں رائیگاں و برباد ہوجاتی ہیں،فرمایا’’فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ‘‘(الکھف:۱۱۰) جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پرودگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے‘‘یعنی جو اپنے رب کی ملاقات کا یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ہر عمل سنت نبوی کے مطابق کرے اور دوسرا یہ کہ اللہ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرائے اس لئے کہ شرک و بدعت کے ساتھ ساتھ ریا و نمود بھی حبط اعمال کا سبب ہے۔

ریا کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے کی کہ ایک شخص اپنی نماز کو محض کسی شخص کے دیکھنے کی وجہ سے خشوع وخضوع کے ساتھ مزین کر کے پڑھے(رواہ احمد عن ابی سعید الخدری)

یہی وہ چیز ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سب سے زیادہ ڈرایا فرمایا’’أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر، قالوا يا رسول الله: وما الشرك الأصغر قال: الريا‘‘(احمد،طبرانی) کہ میں تم پر سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ شرک اصغر کیا ہے، آپ نے فرمایا: وہ ریا و نمود و دکھلاوا ہے۔اسی طرح سے حدیث قدسی میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شرکت والوں میں سب سے زیادہ بے پرواہ شرک سے ہوں، جو کوئی ایسا کام کرے جس میں میرے ساتھ کسی غیر کو شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں’’من عمل عملا اشرك معي فيه غيري تركته و شركه‘‘(رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ مرفوعا)

۳۔**سنت کے مطابق عمل کا نہ ہونا**:اسی طرح سے ہر وہ نیک عمل جو سنت نبوی کے مطابق ادا نہ کیا جائے قابل قبول نہیں، ارشاد ربانی ہے’’يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ‘‘(محمد:۳۳)’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو‘‘۔یعنی ہر وہ عمل جس میں رسول کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی جائے بے کار ہیں، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی عمل خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ معلوم ہوتا ہو اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے سے باہر ہے تو رائیگاں اور برباد ہے جیسے صوفیا و اہل بدعت کے بناوٹی ذکر واذکار، نماز وغیرہ۔

۴۔**کبائر و فواحش کا ارتکاب**: علمائے کرام نے کبائر وفواحش کے ارتکاب کو بھی حبط اعمال کا باعث گردانا ہے۔کبائر سے مراد ہر وہ گناہ جس پر

جہنم کی وعید ہو یا جس کے مرتکب کی سخت مذمت قرآن وحدیث میں مذکور ہو اور اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے گناہ پر اصرار و دوام بھی اسے کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے اور فواحش بے حیائی پر مبنی کام کو کہتے ہیں جیسے زنا، لواطت، رقص وسرود، فلم، مخلوط تعلیم، عورتوں کا بن سنور کر نکلنا وغیرہ، بعض کہتے ہیں کہ جن گناہوں میں حس ہے وہ سب فواحش میں داخل ہے (تفسیر جوناگڑھی ص،۱۴۹۶) یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں مومنین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہ وفواحش سے بچتے ہیں"اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ "(النجم:۳۲) یہاں بتلایا جارہا ہے کہ جن لوگوں کی مغفرت ہوگی وہ کبائر و فواحش سے اجتناب کرنے والے ہوں گے، سید الاولین والآخرین نے ارشاد فرمایا کہ"بعض لوگ میری امت میں قیامت کے دن پہاڑوں کے برابر نیک عمل رکھتے ہوں گے مگر ان کے سب عمل ہوا میں ریت کی طرح اڑ جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو گناہوں سے بچنے کی پرواہ نہ ہوگی"(رواہ ابن ماجہ عن ثوبان، کتاب الزہد)

اس حدیث کی رو سے ان لوگوں کی نیکیوں کا کیا حال ہوگا جو رمضان بھر نیکیوں کو انجام دینے کے بعد عید کا چاند نظر آتے ہی برائیوں میں دوبارہ ملوث ہو جاتے ہیں، پھر وہی پہلے کی طرح شراب پینا، زنا کرنا، نماز نہ پڑھنا، خدا کی نافرمانی کرنا وغیرہ، ایسے لوگوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اچھی طرح قیمتی صابن سے پاکی حاصل کرنے کے بعد جسم پر گندگی مل لے۔ ولكن أكثر الناس لا يفقهون۔

۵۔ حرام کمائی: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر جابجا مسلمانوں کو حرام کمائی سے بچ کر حلال کمائی کرنے کا حکم دیا ہے نیز قرآن وحدیث کے اندر حرام کمائی کے گندے اثرات ونقصانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، حرام کمائی کے نقصانات میں سے سب سے بڑا نقصان وخسارہ اعمال حسنہ کا ضائع ہو جانا ہے۔ نبی کائنات ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ کیا جو لمبا سفر اختیار کرتا ہے اور گرد وغبار سے بھرا ہوا ہے، حیران و پریشان ہے ایسی حالت میں پورے خلوص وللٰہیت، خشوع وخضوع کے ساتھ "يمد يديه إلى السماء" اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے دعا "يا رب يا رب" کہ اے میرے رب، اے میرے رب مجھے یہ دے، وہ دے حالانکہ "مطعمه حرام و مشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام" اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے یہاں تک کہ اس کی پرورش بھی حرام غذا سے ہوئی ہے "فأنى يستجاب لذالك" تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ، کتاب الزکاۃ)

حدیث کا مطلب صاف ہے کہ دعا کی قبولیت کا دار و مدار صرف حلال کمائی کی وجہ سے ہے جب ایک بندے کی دعا قبول نہیں کی جارہی ہے تو پھر نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ جیسی عظیم عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کیونکر قبول کرے گا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حرام کمائی کرنے والے کا نہ صدقہ قبول فرماتا ہے اور نہ ہی اس کی دعا" (**رواه مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب**)

صرف ان دونوں حدیثوں ہی کی روشنی میں مسلمانوں کے اس طبقے کے عملوں کا کیا حال ہوگا جنکی ساری کمائی، لین و دین اور معشیتِ زندگی سودی کاروبار سے چلتا ہے اور اس سے جو دولت کماتے ہیں اسی سے صدقہ وخیرات نیز اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں ایسی صورت میں ایسے لوگوں کا بچہ حدیث کی رو سے "**غذي بالحرام**" کا مصداق ہوگا تو پھر عبادتیں کیسے قبول ہوں گی۔ (أعاذنا اللہ)

۶۔ حسد: حسد بھی حبط اعمال میں سے ہے، حسد کہتے ہیں کہ دوسرے کے پاس جو مال و دولت ہے اس سے چھن جانے کی تمنا و آرزو کرنا، نبی رحمت نے ارشاد فرمایا"حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا فرمایا۔ خشک گھاس کو (کھا جاتی ہے)"**إياكم والحسد، فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب، أو قال شك الراوي"العشب"** (رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرۃ کتاب الأدب، باب الحسد) حدیث کے ترجمے کو ایک بار پھر پڑھا جائے، کہیں آپ اس کے شکار تو نہیں؟

۷۔ حقوق العباد۔ حقوق العباد میں کوتاہی بھی حبط اعمال میں سے ہے، نبی ﷺ نے ایک ایسے ہی آدمی کا تذکرہ کیا جو کہ حقوق العباد میں کوتاہی کا شکار ہوگا فرمایا: أتدرون من المفلس کہ اے صحابہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، ہم مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم و دینار نہ ہو، آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ بدنصیب شخص ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ، سمیت ساری عبادتوں کو اپنے ساتھ لائے گا مگر اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال حرام طریقہ سے کھایا ہوگا، کسی کا خون ناحق بہایا ہوگا۔ کسی کو بلاوجہ مارا ہوگا ابھی وہ کھڑا ہوگا کہ "**يأتي هذا ويأتي هذا**" ایک ادھر سے ایک اُدھر سے آئے گا اور اپنے حق کا مطالبہ کرے گا جس کی وجہ سے اس کی ساری نیکیاں ان حق داروں کو دے دی جائیں گے، آپ نے فرمایا: ابھی لمحے بھی نہیں گزریں گے کہ اس کے نامہ اعمال میں ایک بھی نیکی موجود نہیں رہے گی، حق دار باقی رہ جائیں گے لہٰذا ان مظلوموں کی برائیاں اس کے حساب میں جمع کر کے اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ)

اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ سب کی نیکیوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ
''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

'' المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیر ۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 23273407, 011-26946205، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

خوشخبری   خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2021

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید
قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر
چھپ کر بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613
Mob: 9810162108,9560547230,9899152690